THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222300
UNIVERSAL LIBRARY

اَلشُّعَرَاءُ تَلَامِیْذُ الرَّحْمٰنِ

رازونیاز

موسوم بہ

دیوانِ محمدؐ

از نتیجۂ فکر امیر الشعراء فصیح البیان فخرِ سورٹھ وکاٹھیاواڑ

عالیجناب شیخ محمد میاں صدیقی مانگرول بہایات

قیمت ۶ /۸ ۲۵۰ جلد

بلا اجازت کوئی نہ چھاپے

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نذرِ عقیدت

(ڈیڈیکیشن)

شعرِ تر نکلے تو وہ لختِ جگر اپنا ہے
اپنی اولاد سے ہوتی ہے محبت کیسی

یہ حمد و ثنا، نعت و مدح، نظم و تغزّل، قصائد و مناجات کا ہیچ مجموعہ جو میرا سرمایۂ زندگی ہے، نہایت مؤدبانہ و عقیدت مندانہ اپنے آقا، ولی نعمت، نامدار نواب عالی وقار، خان شری غلام معین الدین خانجی بابی بہادر والئی مانا بدر کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ دراصل اسی دہلیز کا طفیل ہے کہ مجھ جیسے بے بضاعت انسان کو ذوقِ شعر و سخن کا موقع نصیب ہوا۔ ورنہ کہاں میں ہیچمداں اور کہاں میرا دیوان۔

آقا نامدار کی بے شمار پرورشوں کا جہاں مجھکو اعتراف ہے، وہاں مادر بیگم عالیہ بی اماں صاحبہ کی توجہات و عنایات کا اعادہ نہ کرنا احسان فراموشی ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ ممدوحہ کا مبارک وجود بلا امتیاز و تفریق سب کا ملجا و ماوٰی ہے۔ آپ کا سایہ ہم پر قائم و دائم رہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

تقدس مآب سرکار عالی جناب ولیعہد بہادر مانگرول و نیز کنور صاحب محمد بدر الدین میاں بہادر بی۔ اے (علیگ) دیوان مانا بدر کی بندہ نوازیاں محتاجِ بیان نہیں۔ اِنہی کی ذات پُر صفا سے میری امیدیں وابستہ ہیں اور اِنہی کے سایۂ عاطفت میں میری ہر سعی کی بنیاد پڑی۔

مجھے شعر گوئی کا سلیقہ حضرت استاذی سید تجمل حسین تجمل مرحوم و مغفور کی رہنمائی سے حاصل ہوا۔ مگر افسوس کہ بے رحم اجل نے بہت جلد مرحوم کا سایہ میرے سر سے اُٹھا دیا۔ فقط۔ المرقوم جون ۱۹۴۰ء

جاں نثار۔ شیخ محمد میاں صدیقی

ناچیز شیخ محمد میاں امین الدین میاں صدیقی - سانگرول بھایات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نذرِ عقیدت

(ڈیڈیکیشن)

شعرِ تر نکلے تو وہ لختِ جگر اپنا ہے
اپنی اولاد سے ہوتی ہے محبت کیسی

یہ حمد و ثنا، نعت و مدح، نظم و تغزل، قصائد و مناجات کا ہیچ مجموعہ جو میرا سرمایۂ زندگی ہے نہایت مؤدبانہ و عقیدت مندانہ اپنے آقا، ولی نعمت، نامدار نواب عالی وقار، خان شری غلام معین الدین خانجی بابی بہادر والئ مانا بدر کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ دراصل اسی دہلیز کا طفیل ہے کہ مجھ جیسے بے بضاعت انسان کو ذوقِ شعر و سخن کا موقعہ نصیب ہوا۔ ورنہ کہاں میں ہیچمداں اور کہاں میرا دیوان۔

آقائے نامدار کی بے شمار پرورشوں کا جہاں مجھکو اعتراف ہے، وہاں مادرِ بیگم عالیہ بی اماں صاحبہ کی توجہات و عنایات کا اعادہ نہ کرنا احسان فراموشی ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ ممدوحہ کا مبارک وجود بلا امتیاز و تفریق سب کا ملجا و ماویٰ ہے۔ آپ کا سایہ ہم پر قائم و دائم رہے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

تقدس مآب سرکار عالی جناب ولیعہد بہادر مانگرول و نیز کنور صاحب محمد بدر الدین میاں بہادر بی۔ اے (علیگ) دیوان مانا بدر کی بندہ نوازیاں محتاجِ بیان نہیں۔ انہی کی ذاتِ پُر صفات سے میری امیدیں وابستہ ہیں اور انہی کے سایۂ عاطفت میں میری ہر سعی کی بنیاد پڑی۔

مجھے شعر گوئی کا سلیقہ حضرت استاذی سید تجمل حسین تجملؔ مرحوم و مغفور کی رہنمائی سے حاصل ہوا۔ مگر افسوس کہ بے رحم اجل نے بہت جلد مرحوم کا سایہ میرے سر سے اُٹھا دیا۔ فقط۔ المرقوم جون ۱۹۴۰ء

جاں نثار، شیخ محمد میاں صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مطلع دیوان

اللہ کس قدر ترے جلووں میں نور تھا
جس ذرّے پر نگاہ پڑی کوہِ طور تھا

جو ضبط دار پر بھی نہ منصور کر سکا
وحدت کے ایک جام کا ادنیٰ سرور تھا

موجود ہر جگہ ہے رگِ جاں سے ہے قریب
پھر بھی جو دور سمجھے تو اپنا قصور تھا

خاموشیوں میں ذکرِ الٰہی کا تھا سبق
جو بُت تھا بتکدے میں محبت میں چور تھا

دریائے مغفرت کی روانی نہ پوچھیے
رحمت سے دُھل رہا تھا جو کچھ قصور تھا

دفتر ہے معرفت کا ہر اک ورقِ کائنات
جس کا ذہن رسا نہ ہوا بے شعور تھا

کی ہمسری جو تجھ سے خدائی کے زعم پر
دعویٰ نہ تھا یہ عقل میں اُن کی فتور تھا

قالوا بلیٰ بھی کہہ کے بشر سے خطا ہوئی
اس ساغرِ الست کا اچھا سرور تھا

موسیٰ کے ہوش جس سے محمدؐ خطا ہوئے
رب کی تجلیات کا ادنیٰ وہ نور تھا

مطلع ثانی

ہر لحظہ دل ہے محوِ سجودِ نیاز کا
عاشق کا کوئی وقت نہیں ہے نماز کا

جھکتا ہے جس کے سجدے میں سر اہلِ ناز کا
میں ہوں نیاز مند اُسی بے نیاز کا

ہوتی نہیں ہے نشر کبھی تیری بوئے راز
محرم نہیں جہاں میں کوئی تیرے راز کا

یکساں ہے تیرے در پہ غلامی و خواجگی
شاہ و گدا میں فصل نہیں امتیاز کا

پروانہ وار آتشِ غم سے جلوں خموش
دے صبر بھی دیا ہے جو دل عشق باز کا

قمری کو طوق بلبلِ بیدل کو دی فغاں
طاؤس کو سکھایا چلن رقصِ ناز کا

تیرے گدائے در کو سلاطیں پہ ہے شرف
ہے نام خاکسار ترے سرفراز کا

اے سالکانِ وادیٔ تسلیم ہوشیار
خطرہ ہے ہر قدم پہ نشیب و فراز کا

ہر موئے تن سے کلمۂ توحید ہو بلند
جو بندِ استخواں ہو وہ پردہ ہو ساز کا

ارمان دل میں کوئی محمد نہیں رہا
البتہ ایک شوق ہے مُلکِ حجاز کا

حمد

نام لکھا ہے سرِ عرشِ معلیٰ کس کا
مصحفِ پاک میں مذکور ہے ہر جا کس کا

یا محمد ہے خدا چاہنے والا کس کا
ہے یہ نبیوں میں بھلا رتبہ اعلیٰ کس کا

کسکے دم سے ہوا سرچشمۂ وحدت قائم
دو جہاں میں ہے رواں فیض کا دریا کس کا

حق نے جبریلؑ سے معراج کی شب فرمایا
اب تو تم جان گئے رتبہ ہے اعلیٰ کس کا

آپ ہیں حشر میں امت کی شفاعت کیلئے
ماسوا آپ کے ہمکو ہے بھروسا کس کا

ظلمت کفر کو دنیا سے مٹایا تم نے
ہو رہا ہے یہ دو عالم میں اجالا کس کا

یا محمدؐ ہو محمدؐ پہ بھی ظلِ رحمت
عرصۂ حشر میں ڈھونڈوں گا سہارا کس کا

غزل حمد

تو شاہ انبیا ہے میں ہوں غلام تیرا
خدمت ہے کام میرا شفقت ہے کام تیرا

انساں کی کیا حقیقت قدسی وہاں نہ پہنچے
ہے جس جگہ کے اوپر مولیٰ مقام تیرا

وہ کافروں پہ اپنی عظمت جمائی تو نے
ایمان لائے سارے سن کر کلام تیرا

ہے اسم پاک تیرا واللہ اسم اعظم
کیوں ہو نہ مشکل آساں لیتے ہی نام تیرا

خالق کی رحمتوں کا دریا ابل پڑا ہے
پہنچا ہے اس کے آگے جس دم سلام تیرا

چھوٹے فراق غم سے حوا سے جا ملے وہ
لائے زباں پہ آدمؑ جس وقت نام تیرا

رحمت ہوئی خدا کی بخشا گیا وہ مجرم
جس کو ملا وسیلہ شاہِ انام تیرا

دم بھر کو بھی محمدؐ بھولے نہ اپنے دل سے
آتا رہے زباں پر ہر وقت نام تیرا

نعت

عرصۂ حشر میں اے شافعِ عصیاں آجا
ہوں گنہ گار بہت دل ہے پریشاں آجا

دمِ آخر کو جو نکلے گا زباں سے کلمہ
مغفرت کا مری ہو جائے گا ساماں آجا

رات دن ہجر میں روتا ہوں مدینے والے
ہے تری دید کا دل میں مرے ارماں آجا

غیر آباد پڑا ہے یہ بہت مدت سے
خانۂ دل میں مرے سیدِ ذی شاں آجا

صدمۂ ہجر سے بے چین رہا کرتا ہوں
بن کے تو دل میں مرے درد کا درماں آجا

حشر میں داورِ محشر سے سفارش کردے
ہو رہا ہوں میں گناہوں سے پشیماں آجا

ہوں گرفتارِ غم و رنج و الم دردو محن
حق کے پیارے ترے صدقے ترے قرباں آجا

چار دیوارِ عناصر نہ گرا دیں اک دن
ابر کی طرح سے ہیں دیدۂ گریاں آجا

لامکاں پر شبِ معراج پہنچنے والے
پاس تو اپنے محمدؐ کے مری جاں آجا

نعت

ہوتا نہیں کبھی رد کوئی سوال تیرا
ہے حق کو یا محمدؐ کتنا خیال تیرا

واصف ہے یا محمدؐ خود ذوالجلال تیرا
پھر ہم سے کیا بیاں ہو وصفِ کمال تیرا

ہے نامِ پاک تیرا وردِ زباں ہمیشہ
رہتا ہے دل میں میرے ہر دم خیال تیرا

یوسفؑ کی عاشقی کا لے نام پھر نہ ہرگز
دیکھے اگر زلیخا حُسن و جمال تیرا

کیونکر نہ سرنگوں ہو دُنیا کا ہر سلاطیں
سکّہ بٹھا چکا ہے رُعب و جلال تیرا

گردوں پہ خود قمر کا شق ہو گیا کلیجہ
جس دم ہوا اِشارا اے خوش جمال تیرا

اب ہجرِ مصطفٰےؐ میں بے چین ہے محمدؔ
تڑپا رہا ہے اِس کو شوقِ وصال تیرا

سہرہ نعتیہ

کیوں لکھوں سورۂ اخلاص نہ پڑھکر سہرا
ہے شفاعت کا قیامت میں ترے سر سہرا

مثلِ دُلہن کے نبوّت بھی بغل گیر ہوئی
دستِ قدرت سے بندھا جب ترے سر پہ سہرا

کیوں نہ پھر حُور و مَلک سُونگھنے آئیں باہم
عطر سے خُلدِ بریں کے ہے مُعطّر سہرا

دونوں عالم میں تجلّی ہے ضیاء سے اِسکی
ہے ترا نُور سے معمور سراسر سہرا

اس قدر تاجِ شفاعت کا ادب تھا اس کو
رہگیا آپ کے قدموں کے برابر سہرا

انبیاء بھی شبِ معراج میں کہنے آئے
ہو مُبارک یہ رسالت کا ترے سر سہرا

خُلق و اُلفت کے گُندھے گوہر و گل چُن چُن کر
ہو گیا حسنِ طرحدار کا زیور سہرا

اے محمدؐ تو محمدؐ کا سُنا دے پڑھکر
داد محفل میں ملے گی ترا سُنکر سہرا

نعت

جو پیدا ہوا آمنہؓ کے یہ لڑکا
کلیجہ ہر اک بُت کا سینہ میں دھڑکا

ضیائے نبیؐ مثل بجلی جو چمکی
نشاں مٹ گیا نخلِ ظُلمت کی جڑ کا

ہُوا باغِ طیبہ کی جس وقت آئی
قفس میں بہت طائرِ دل یہ پھڑکا

گُنہ گار ہوں آپ بخشش کو آنا
یہی مجھکو رہتا ہے ہر وقت دھڑکا

زمیں ہل گئی کفر کی دین پھیلا
یہ بادل ہدایت کا جس جا پہ کڑکا

جوانی کو مت ڈھونڈھ پیری ہیں غافل
کہ شب ڈھل گئی ہو گیا اب تو تڑکا

ابھی نیند بلبل کو آئی ہے صرصر
نہ تو چل کہ گلشن میں ہر برگ کھڑکا

محمدؐ جو ہے امتِ مصطفےٰ میں
اُسے حشر کے روز کیا ہو گا دھڑکا

غزل

ملال اپنا اُن کو چھپانا پڑا
مرے سامنے مُسکرانا پڑا

ستمگر سے کیا دل لگانا پڑا
زمانے کے غم کو اُٹھانا پڑا

کشش جذبِ اُلفت نے جس وقت کی
مرے گھر پہ خود اُن کو آنا پڑا

شبِ وصل شکوہ کیا کیوں زباں سے
وہ رُوٹھے تو ہم کو منانا پڑا

جو رونے میں تھا گر خُوں کا تصوّر
لہو چشمِ تر سے بہانا پڑا

خفا جب ہوئے وہ منانے کی خاطر
ہمیں غیر کے گھر پہ جانا پڑا

بُرا ہو محبت کا دیکھا جو مجھ کو
اُنہیں شرم سے مُسکرانا پڑا

شبِ وصل تھے وہ بہت طیش پر
خدا جانے کیوں مُسکرانا پڑا

یہ کِس کا ملا نقشِ پا راستہ میں
محمدؔ ہمیں سر جُھکانا پڑا

نعت

جو بینا ہے تماشا دیکھ لیتا ہے خُدائی کا
ہر ایک ذرّہ آئینہ ہے شانِ کبریائی کا

جہنم باغ ہو، مالک ہے تو ساری خدائی کا
فقط اُٹھنا ہے کافی تیری انگشتِ حنائی کا

کرشمہ گر وہ ادنےٰ بھی دِکھائے اپنی قدرت کا
تو صورت کوہ کی بن جائے دانہ ایک رائی کا

بھٹک جاتا ہے جو دَر سے ترے اے سیّدِ عالم
نہیں ملتا ہے ڈھونڈھے سے کہیں رستہ رسائی کا

غمِ احمدؔ میں نالہ کو فلک بھی آزماتا ہے
ابھی تک توڑ ہی دیکھا نہیں تیرِ ہوائی کا

پتہ عیب و ہنر کا کچھ نہیں چلتا زمانے میں
نظر کو پڑ گیا جس دن سے لپکا خود نُمائی کا

سنبھل کر پاؤں رکھنا چاہیئے راہِ طریقت میں
یہاں قائم نہیں رہتا ہے جامہ پارسائی کا

بہت کمزور ہوں ذکرِ نبی کر یہہ اثر پیدا
کہ مغزِ استخواں سے کام لوں ہیں مومیائی کا

محمدؔ جب ثنائے مصطفےٰ تحریر کرتا ہوں
تخیّل سے میں اپنے کام لیتا ہوں رسائی کا

نعت

خدا نے کر دیا مالک جسے اپنی خدائی کا
دلِ مشتاق میں ہے شوق اُس کی آشنائی کا

جنابِ خضرؑ اور الیاسؑ سے کیا راستہ پوچھیں
طریقہ تجھہ سے ہی سیکھا ہے سب نے رہنمائی کا

جہنّم سے بچا لینے کی خاطر اپنی اُمّت کے
ہے کافی اک اشارہ تیری انگشتِ حنائی کا

تڑپتا ہوں میں فرقت میں تمہاری رات دن ایسا
ہو صدمہ جس طرح مچھلی کو پانی کی جُدائی کا

خدا نے سینکڑوں دنیا میں بھیجے اپنے پیغمبر
مگر ایسا نہیں دعویٰ کسی کو آشنائی کا

تمہیں فرصت نہیں تو نور دیدہ غوث سی کہدو
مجھے رستہ بتادیں حق کی آکر آشنائی کا

اسی باعث سے سایہ رہگیا خود پاس خالق کے
قلق ہوتا خداوندِ دو عالم کو جُدائی کا

سلاطینِ جہاں سے مرتبہ پھر اس کا بڑھ جائے
محمدؔ کو اگر رتبہ ملے تیری گدائی کا

سلام

مجرئی آیا جو سلطانِ شہیدِ کربلا ۔۔۔ دیکھتی تھی خود زمین شانِ شہیدِ کربلا
سینکڑوں ایک ایک کے ہاتھوں سے جہنم میں گئے ۔۔۔ لوگ وہ تھے زیرِ فرمانِ شہیدِ کربلا
اک زمیں کیا آسماں روتا تھا صورت دیکھکر ۔۔۔ آ گئی نزغہ میں جب جانِ شہیدِ کربلا
سر کو جب نیزہ پہ رکھا اشقیا کی فوج نے ۔۔۔ اور بالا ہو گئی شانِ شہیدِ کربلا
اہلِ کوفہ قتل سے ابنِ علیؓ کے خوش نہوں ۔۔۔ حشر میں نکلیں گے ارمانِ شہیدِ کربلا
دولتِ دنیا کی پروا ہے نہ شاہی کی ہوس ۔۔۔ ہیں غنی دل کے غلامانِ شہیدِ کربلا
فوجِ اعدا نے کیا پامال اک اک لاش کو ۔۔۔ ہو چکے جب قتل یارانِ شہیدِ کربلا
جائیں گے ہندوستاں سے کربلا کو سر کے بل ۔۔۔ دل میں ہم رکھتے ہیں ارمانِ شہیدِ کربلا

اَے خدا ہو جائے اس پہ بھی ترا لطف و کرم
ہے محمد بھی ثنا خوانِ شہیدِ کربلا

غزل

نظر سے اپنی مجھے شرمسار کر ڈالا ۔۔۔ بجائے دِل کے جگر کو فگار کر ڈالا
شبِ فراق میں جانا ہے کس طرف تجھ کو ۔۔۔ یہ فیصلہ بھی دلِ بے قرار کر ڈالا
دِل میں باقی تڑپ تک نہیں شبِ وصل ۔۔۔ شہید کیا نگہ، شرمسار کر ڈالا

ہوئیں ہیں خواب سے بیدار اُس گھڑی آنکھیں — گلے لگا کے اُنہیں جب پیار کر ڈالا

وہ اِس ادا سے چلے آئے قبر پہ میری — کہ پائے مال مجھے بار بار کر ڈالا

بڑا یہ ہم سے ہوا کام سرفرازی کا — کہ سر کو اُن کے قدم پر نثار کر ڈالا

محمدؔ اُس بتِ ناوک فگن نے سینے میں
ہمارے طائرِ دل کو شکار کر ڈالا

کلام نعتیہ

اے مجرئیؔ غلام ہوں میں اُس امام کا — جو پارۂ جگر ہے رسولِ انام کا

کھینچا جو ذوالفقارِ علیؓ کو حسینؑ نے — دہشت سے ہوش اُڑ گیا افواجِ شام کا

کیا اُس کو آفتابِ قیامت جلا سکے — محشر میں جسکے سر پہ ہو دامن امام کا

پہونچا جو رنج آ گئے امداد کے لئے — مولا کو کیا خیال ہے اپنے غلام کا

اصغرؑ کے حرملہ کا لگا تیر اُف نہ کی — شبیرؑ ظلم سہتے رہے فوجِ شام کا

اے دل خیالِ آلِ محمدؐ میں ہو فنا — گر چاہتا ہے اوج قیامت میں نام کا

کب راہِ حق میں قتل ہوئے بے سبب حسینؑ — حصہ تھا خاص سبطِ رسولؐ انام کا

ابنِ علیؑ پہ حُر نے فدا اپنی جان کی — شاہوں سے بڑھ کے مرتبہ ہے اُسکے غلام کا

یوں مغفرت کا حشر میں پورا یقین ہے — مدآح دل سے ہوں میں محمدؐ امام کا

کلامِ نعتیہ

ہے سر میں جب سے سوداگیسوئے محبوبِ یزداں کا
تماشہ دیکھتا ہوں گھر کے اندر سنبلستاں کا

وہ منظر میں نے دیکھا ہے مدینے کے بیاباں کا
نمونہ آنکھ میں جچتا نہیں ہے باغِ رضواں کا

لب و دنداں سے تیرے کیا ہے نسبت لعل و گوہر کو
نہ یہ ہم رنگ لب کا ہے نہ وہ ہمسر ہے دنداں کا

جسے معراج میں خالق نے پاس اپنے بلایا تھا
گزر ہے خانۂ دل میں مرے اُس شاہِ خوباں کا

فلک پر مہر و مہ ہوں یا زمیں پر حضرت یوسفؑ
نہیں ہے کوئی بھی ہمسر تمھارے روئے تاباں کا

شبِ معراج کیوں حق نے بلایا پاس حضرت کو
سمجھ لینا کوئی آساں نہیں اس رازِ پنہاں کا

محمد مصطفیٰؐ کا وصف لکھتا ہوں محمدؐ میں
وسیلہ مغفرت کا ہر ورق ہے میرے دیواں کا

غزل

اے دل یمِ خوبی پر سو جاں سے فدا رہنا
قطرے کو نہیں لازم دریا سے جدا رہنا

تکلیف سے دنیا کی گھبرا نہ دلِ ناداں
انساں کو لازم ہے راضی بہ رضا رہنا

اس گلشنِ ہستی کی زینت بھی تمہیں سے ہے
پھر آنکھ کے پردہ میں خود جلوہ نما رہنا

تو در پہ شہنشاہ کے پہنچا بھی تو کیا پہونچا
سیکھا ہی نہیں تو نے مانندِ گدا رہنا

آدابِ محبت کے رہ رہ کے بتاتے ہیں
اندازِ ستم پر بھی دلبر پہ فدا رہنا

اے دل نہ الگ ہو تو محبوب کی الفت سے
برسوں کی عقوبت ہے دم بھر کا جدا رہنا

کیا بیٹھ کے خلوت میں ہم بات کریں کھل کر
عادت ہے تری ظالم مصروفِ حیا رہنا

ہر منزلِ ہستی میں کہتی ہے بقا دل سے
اس ہجرِ محبت میں ہر وقت فنا رہنا

شکوہ کو محمدؐ تم کھولو نہ زباں اپنی
معشوق کی عادت ہے مصروفِ جفا رہنا

غزل نعتیہ

وصف کاغذ پر رقم گر رُخِ سرورؐ ہو گا
نقطہ نقطہ میرا خورشید منوّر ہو گا!!

ہجرِ احمدؐ میں جو دل سینہ میں مضطر ہو گا
حشر میں اور بپا دیکھنا محشر ہو گا!

آتشِ عشقِ محمدؐ سے جلا دونگا تجھے
مائلِ ظلم جو یہ چرخِ ستمگر ہو گا

سونگھ لیتا ہوں تو آتی ہے نبیؐ کی خوشبو
پھول شاید اسی خوشبو سے معطر ہو گا

منزلِ راہِ محبت میں چلا جاتا ہوں
عشقِ سرورؐ میں جو کچھ ہو گا وہ بہتر ہو گا

مثل طائر کے میں اُڑ جاؤنگا طیبہ کی طرف
مجھ پہ جس دن کرمِ خالقِ اکبر ہو گا

کیوں نہ اُمید ہو بخشش کی قیامت میں ہمیں
تیرے پلّے پہ نبیؐ داورِ محشر ہو گا

اے محمدؐ ہے مجھے عشقِ نبیؐ کا آزار
کچھ نہ عیسیٰ سے علاجِ دلِ مضطر ہو گا

غزل

شعر نِکلا ہے کیا رَوانی کا
دل بھی چشمہ ہے ایک پانی کا

تِشنگی کا جو ذِکر کر بیٹھے
ہاتھ آیا بہانہ پانی کا

ایک بوسہ پہ نقد دِل دیدیں
ہے زمانہ بہت گرانی کا

تیری زُلفِ سیاہ کا سَودائی
ہے سزاوار کالے پانی کا

زالِ دنیا بناؤ لاکھ کرے
مُنہ نہ دیکھونگا اس پُرانی کا

کیا طبیعت کا تم سے حال کہوں
ہے یہ دریا بڑی روانی کا

اے محمد سجانہ ہوش رہیں
سُنیں ایک ٹکڑا کہانی کا

غزل

بُوئے گُل سے نِکل کر آپ آئے عندلیب
گوشِ گُل تک جو اگر پہنچے صدائے عندلیب

گر ہوا صحنِ چمن کی راس آئے عندلیب
مثلِ بُو پھر آشیاں گُل میں بنائے عندلیب

فصلِ گُل میں دام گر صیاد پھیلائے یہاں
آتشِ گُل آگ گلشن میں لگائے عندلیب

مثلِ شبنم آج گر برسے شرابِ ارغواں
پھر تو ایک ایک پھول کو ساغر بنائے عندلیب

آتے ہی دورِ خزاں نے کر دیا پامال سب
دل کو اب گلزار میں کیونکر لگائے عندلیب

باغ میں صیاد کی اللہ رے سفاکیاں ڈھونڈتا پھرتا ہے دیکھو نقش پائے عندلیب

شلِ غنچہ گل تو کیا صیاد تک خاموش ہے چار دن میں بندھ گئی کیسی ہوائے عندلیب

آرہی ہیں موسمِ گل کی ہوائیں رات دن شادمانی کے چمن میں گیت گائے عندلیب

اے محمد گر چمن میں ڈر نہ ہو صیاد کا!

ہر شکستہ گل سے پیدا ہو صدائے عندلیب

غزل نعتیہ

کیوں فرشتے نہ کہیں صلِ علیٰ آج کی رات اپنے محبوب سے ملتا ہے خدا آج کی رات

عبد و معبود کی باہم ہے ملاقات کا وقت کیوں نہ مقبول ہو عالم میں دعا آج کی رات

عرش سے فرشِ زمین تک ہے اجالا یا رب کون ہے ماہِ لقا جلوہ نما آج کی رات

عشق میں زلفِ نبیؐ کے نہ ڈرا اے عصیاں میرے حق میں نہ یہ بن جائے بلا آج کی رات

کی جو معراج میں مولا سے نبیؐ نے حجت کر دیا امتِ عاصی کو رہا آج کی رات

عشقِ احمد میں ہر ایک در کو کھلا رکھا ہے اس لئے خلد کی آتی ہے ہوا آج کی رات

تم نے رتبہ بھی محمدؐ کا محمد دیکھا

منتظر عرش پہ بیٹھا ہے خدا آج کی رات

غزل

اُن کے رُخ پر نقاب کا باعث — صاف ہے اِنقلاب کا باعث

بات کرتے نہیں جو محفل میں — کچھ تو ہے اجتناب کا باعث

آج ساقی پلائی زاہد کو — کھُل گیا سب شراب کا باعث

کس کو دریا میں دیکھنا ہے یہ — کیا بتائیں حُباب کا باعث

بحرِ اُلفت میں ہے بہت طوفاں — لے نہ ڈوبے شباب کا باعث

کیوں فغاں ہے چمن میں بُلبل کی — کیا ہوا اِنقلاب کا باعث

حال قاصد بتا تو کچھ اِس کا — کیوں لِکھا ہے شتاب کا باعث

دل پہ پڑتی ہے کیوں نظر ہر دم — ہم کو معلوم جناب کا باعث

مے کی گرمی سے گرم ہے محفل — تُم نے دیکھا بھی آفتاب کا باعث

گر شمیمؔ نہیں ہے نیک عمل
زندگی ہے عذاب کا باعث

غزل

اب رُخ سے نقاب آؤ اُٹھا کر نہ اِدھر آج — گردوں سے تُمھیں دیکھتا جاتا ہے قمر آج

وہ سُن کے صدا کان سے آجائیں اِدھر آج — اِتنا تو مری آہ میں پیدا ہو اثر آج

تعظیم سے اُٹھ اُٹھ کے لپٹتے ہیں بگولے — اے جوشِ جنوں آگئے بھولے سے کِدھر آج

کچھ حال ہمیں آتشِ گُل کا نہیں کھُلتا
جُگنو ہیں گلُستاں میں کہ اڑتے ہیں شرر آج

سُنتے ہی نہیں حال غریبوں کا جہاں میں
آرام سے کرتے ہیں جو دنیا میں بسر آج

اب قدر دان ڈھونڈو تو نہیں کوئی جہان میں
کیوں عیب کی مانند چھپائیں نہ ہنر آج

شمشیر بکف آئے تو ہیں گھر سے نکل کر
مقتل میں کسے چھانٹتی ہے اُن کی نظر آج

پھولوں سے مہکتا ہوا دامن ہے صبا کا
شبنم میں نہائی ہوئی آئی ہے سحر آج

ظالم تری محفل میں یہی سوچ رہا ہوں
اُٹھ اُٹھ کے بٹھا دیتا ہے کیوں دردِ جگر آج

رو کے ہوئے کعبہ بھی ہے بُت خانہ بھی مجھ کو
اب فکر محمدؔ ہے کہ جاؤں میں کدھر آج

غزل

کام ابرو نے کیا ہے تیغ قاتل کی طرح
انجمن میں کیوں نہ تڑپیں لوگ بسمل کی طرح

دیدۂ تر سے نکل سکتا نہیں طوفانِ اشک
گھیر رکھا ہے ہر اک مژگاں نے ساحل کی طرح

اس قدر جکڑا ہے بندش سے نکل سکتا نہیں
ہے ہر ایک خواہش مرے دل کی سلاسل کی طرح

بڑھ گئی پیری میں اپنی ناتوانی اس قدر
ہر قدم پر بیٹھ جاتا ہوں میں منزل کی طرح

عشقِ گیسو میں جو نکلا گھر سے صحرا کی طرف
ہر بگولا پاؤں سے لپٹا سلاسل کی طرح

کیوں نہ آئے انجمن کا لطف غربت میں مجھے
حسرتیں دل میں مرے رہتی ہیں منزل کی طرح

یادِ گیسو میں ڈرا آیا شبِ دیجور نے
داغِ دل سینہ سے چمکا مہرِ کامل کی طرح

دیکھنا ہے چشمِ مجنوں کیطرح سے دیکھ لو
رُوحِ لیلیٰ جسم میں رہتی ہے محمل کی طرح

ہے محمدؐ یہ محمد کے گدا کا مرتبہ
بادشاہ آتے ہیں دروازہ پہ سائل کی طرح

غزل

تُو گر دِکھائے بام پہ زُلفِ دوتا کا رُخ
پھر آسماں پہ ہو نہ اِدھر گھٹا کا رُخ

ٹھہرا ہُوا ہے موسمِ گُل کا جو قافلہ
بدلا ہُوا ہے صحنِ چمن میں صبا کا رُخ

اہلِ زمیں کو شمس و قمر کا گماں ہے
چمکا رہا ہے چرخ کسی دِلرُبا کا رُخ

بابِ اثر سے بھی نہیں ملتا اسے اثر
کب دیکھیے بدلتا ہے اپنی دُعا کا رُخ

فُرقت میں لاکھ میں نے دُعا کی نہ آئی یہ
بدلا ہُوا ہے میری طرف سے قضا کا رُخ

جلوت میں تو دِکھاتے تھے انداز اور ہی
خِلوت میں آج اور ہے شرم و حیا کا رُخ

کیوں کر نہ کامیاب ہو انسان اُسطرف
پھِر جائے جس طرف کو محمدؐ خدا کا رُخ

غزل نعتیہ

ہیں مرے راہبر شہٗ بغداد
قُطبِ حق و بشر شہٗ بغداد

اے زہے بخت محفلِ دل میں
رہتے ہیں جلوہ گر شہِ بغداد

آپ کے در پہ ہے گدا حاضر
ہو عطا کی نظر شہِ بغداد

کام بگڑے ہوئے بنا دیجے
میں فدا آپ پر شہِ بغداد

تیرے رخسار پر تصدّق ہیں
آفتاب و قمر شہِ بغداد

ہر مصیبت سے میں رہوں محفوظ
بہرِ خیر البشر شہِ بغداد

مثلِ سیماب میں تڑپتا ہوں
کم ہو دردِ جگر شہِ بغداد

تیرے در کی تلاش کرتے ہیں
ہر شہِ نامور شہِ بغداد

اے محمد یہی تمنا ہے
مجھ کو آئیں نظر شہِ بغداد

غزل نعتیہ

کیا عرش پہ خالق نے لکھا نام محمدؐ
ہے لب پہ ملائک کے صدا نام محمدؐ

کلمہ کی ذرا شان کو تم غور سے دیکھو
اللہ نے ساتھ اپنے رکھا نام محمدؐ

عصیاں کی سیاہی سے نہ ہوگا کبھی میلا
ہے دل کے نگینے میں کھدا نام محمدؐ

مشکل مری آسان ہوئی فضلِ خدا سے
جس وقت مصیبت میں لیا نام محمدؐ

یہ نام رہے وردِ زباں کیوں نہ ہمیشہ
ہے رنج و مصیبت کی دوا نام محمدؐ

ہرگز مرضِ غم نہ کبھی آکے ستائے لیں مُنہ سے طلبگارِ شفا ر نام محمدؐ

اِس نام کو بھولوں نہ کبھی دِل سے محمدؐ

ہے وِردِ مرا صُبح و مسا نام محمدؐ

غزل نعتیہ

ہوئے سرتاجِ عالم یا نبی تم شاہِ دیں ہوکر بنے محبوبِ حق کے رَحمۃُ اللّعٰلمیں ہوکر

ہوئی کافور ظُلمت کُفر کی اندوہگیں ہوکر ہوا جب دینِ احمد جلوہ گر مہرِ مُبیں ہوکر

گنہگاروں کا دوزخ سے بہت دشوار تھا بچنا مگر امداد کی شہ نے شفیع المومنیں ہوکر

خدا کے واسطے محشر میں آکر بخشوا دینا ہر ایک فقرہ مرے دِلمیں رہیگا دِلنشیں ہوکر

ستونِ دیں ابابکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہیں نہ کیوں مشہور ہوں وُہ دین کے حامی معیں ہوکر

جسے دیکھو وُہ شیدا مثلِ پروانہ ہے عالم میں مسخر کرلئے دل سب کے تم نے مہ جبیں ہوکر

شمیمِ گُل نکل کر ڈھونڈتی ہے روئے احمدؐ کو بھڑک اٹھا ہے ہر گل مثلِ شعلہ آتشیں ہوکر

گئے تھے طُور پر دیدارِ حق کیواسطے موسیٰ مگر اک پل میں آپ آئے سرِ عرش بریں ہوکر

غُرور اچھا نہیں ہی سوچ لے دلمیں محمدؐ تُو

تکبر ہی سے شیطاں خُلد سے نکلا لعیں ہوکر

غزل

غزل

ہجر میں تیرے سکوں ہو وہ اثر پیدا کر
ورنہ پہلو میں نیا اور جگر پیدا کر

ہند سے اُڑ کے چلا جاؤں مدینہ کی طرف
میرے بازو میں وہ پروازِ اثر پیدا کر

سُن کے محبوبِ خدا آپ بلالیں مجھ کو
اِس قدر آہ میں یارب تو اثر پیدا کر

کیوں زمیں پر تُو بناتا ہے مکاں رہنے کو
دِل میں ہر شخص کے دنیا میں تُو گھر پیدا کر

کیوں حجاباتِ جہاں میں تُو چھپا بیٹھا ہے
دیکھنا ہے جو کسی کو تو نظر پیدا کر

ہے جنہیں نامِ محمدؐ سے عداوت یارب
ایسے انسانوں سے بہتر ہے کہ خر پیدا کر

سختیاں ہجرِ نبی کی نہیں اُٹھتیں یارب
تو مرے سینے میں پتھر کا جگر پیدا کر

دیکھ کر حشر میں سینے سے لگالیں حضرت
دل میں اتنی تو محبت تو بشر پیدا کر

سُنتے ہی صلّ علیٰ منہ سے محمدؐ نکلے
اپنے ہر شعر میں اتنا تو اثر پیدا کر

غزل نعتیہ

آپ کی گر ہو زیارت یا محی الدین پیر
جاگ اُٹھے میری قسمت یا محی الدین پیر

صدمۂ فرقت اُٹھا سکتا نہیں میں ناتواں
ہو رہی غیر حالت یا محی الدین پیر

رنج و غم مٹ جائے دل سے صورتِ حرفِ غلط
گر ہو تیری چشمِ رحمت یا محی الدین پیر

آستاں کے سامنے بستر جماؤں آکے میں
کب ہے میری ایسی قسمت یا محی الدین پیر

اولیا کو جو ترے در سے ہؤا کرتا ہے فیض
ہو عطا مجھ کو وہ نعمت یا محی الدین پیر

خطۂ بغداد باغِ خلد سے کیونکر ہو کم
تیرے قدموں کی بدولت یا محی الدین پیر

طالبِ دیدار ہیں تیری نگاہِ لطف کے
صاحبِ کشف و کرامت یا محی الدین پیر

ہمسری تجھ سے کوئی بے دین کر سکتا نہیں
کس کی ہے یہ تاب و طاقت یا محی الدین پیر

آپ کی فرقت میں پھرتا ہے محمدؐ رات دن
اس پہ ہو چشم عنایت یا محی الدین پیر

غزل نعتیہ

ہو گیا سب کفر غارت مصطفےٰ کو دیکھ کر
یعنی ختم المرسلیں شاہِ ہدیٰ کو دیکھ کر

چہرۂ پُرنور سے اُلٹی جو جنت میں نقاب
حوریں شرمندہ ہوئیں خیر النسا کو دیکھ کر

مرے ہمدم تم ہو کہتے تھے رسولؐ کبریا
حضرت صدیق اکبرؓ باصفا کو دیکھ کر

دیدیا بیت المقدس کافروں نے جنگ نہ کی
اس عمرؓ فاروق عادل بے ریا کو دیکھ کر

نام حاتم کی سخاوت کا کوئی لیتا نہیں
جامع القرآن عثمانؓ باحیا کو دیکھ کر

سختیاں کفار کی کافور بن کر اڑ گئیں
مشکلیں حل ہو گئیں مشکل کشا کو دیکھ کر

زہرِ قاتل کر چکا اپنا اثر ردی اجل
اس حسنؓ جانِ نبی صاحب لوا کو دیکھ کر

خوف سے تھرا رہے تھے اہلِ کوفہ جنگ کیا
ابنِ حیدرؓ یعنی شاہِ کربلاؑ کو دیکھ کر

شمع کی مانند روشن دینِ احمدؐ ہو گیا — اُس امامِ اعظم اہل التقیٰ کو دیکھ کر

باغِ جنت میں شگفتہ ہو گئیں کلیاں تمام — قطبِ دوراں غوثِ اعظم رہنما کو دیکھ کر

آرزو درگاہِ حق میں ہے کہ نکلے دم مِرا
اے محمدؐ جلوۂ غوث الوریٰ کو دیکھ کر

غزل

گلے میں آپ نے ڈالا ہے وہ بہار کا تعویذ — نہ ہوگا ایسا کسی گلعذار کا تعویذ

جسے تو باغباں سمجھا ہے پھول لالے کا — یہ کھل پڑا ہے دلِ داغ دار کا تعویذ

کٹی جو صحرا نوردی میں زندگی مجنوں — بندھا ہوا تھا گلے میں خطِ غبار کا تعویذ

ضرور فاتحہ پڑھنے وہ آپ آئیں گے — کشش دکھائیگا اک دن مزار کا تعویذ

کبھی نہ دردِ جگر کا زبان پہ ہو شکوہ — قرار ہو جو دلِ بے قرار کا تعویذ

کوئی تو راز ہے جس کی کشش سے کھنچا ہے — وہ آج دیکھ رہے ہیں مرے مزار کا تعویذ

تمھاری زلف کا سودا نہ جائیگا سر سے — ہمارے سر سے بندھے گر ہزار کا تعویذ

تپِ فراق کی گرمی میں کیا کمی ہوگی — ہزار بازو پہ باندھے کوئی بخار کا تعویذ

نہ اُترا سر سے محمدؐ کے جن محبت کا
ہزار بازو پہ باندھا گیا اُتار کا تعویذ

غزل

خوب ہے رُوح کو معلوم بدن کا انداز — چھپ سکا اہلِ وطن سے نہ وطن کا انداز
کیوں نہ ہر دانت میں ہو درِ عدن کا انداز — لب نے سیکھا ہے ترے لعلِ یمن کا انداز
یاد تو لے دلِ پُر داغ بہت آتا ہے — دیکھ لیتا ہوں نظر سے جو چمن کا انداز
جھک گیا پیری سے پھر بھی ہے جوانی پہ گھمنڈ — تم نے دیکھا بھی ذرا چرخ کہن کا انداز
کھل گیا منزلِ الفت میں پتہ اک اک کا — ہم کو معلوم نہ تھا رنج و محن کا انداز
قتل اک اک نے ہزاروں کو کیا مقتل میں — کھل گیا فوجِ حُسینی پہ جو رن کا انداز
جب تیری آنکھ کے لکھے ہیں مضامیں ہمنے — ہو گیا توسنِ خامہ میں ہرن کا انداز
چاندنی آتی ہے جس وقت اُتر کر گھر میں — یاد آتا ہے مجھے اپنے کفن کا انداز

کیوں محمد نہ گلے سے لگا لوں اس کو
اُن کی تلوار دکھاتی ہے دلہن کا انداز

غزل

دیکھ کر مجمع ہجوم و یاس کا بسمل کے پاس — سرنگوں شمشیرِ قاتل بھی ہوئی قاتل کے پاس
قافلے والوں سے گو پیچھے رہے ہیں ضعف سے — بیٹھتے اٹھتے پہنچ جائینگے ہم منزل کے پاس
عشقِ احمد میں نہ دیکھوں باغِ جنت کی طرف — کھل رہے ہیں داغِ الفت اسقدر اب دل کے پاس

جسکی تیغِ ناز سے گھائل ہوئے تھے ایک بار　　دل مرا لے جا رہا ہے پھر اُسی قاتل کے پاس

نقد جاں کو نذر کرنے کے لئے تیار ہیں　　دل تو اب باقی نہیں ہے عاشقِ بے دل کے پاس

موت بھی گھبرائی پھرتی ہے تڑپ کو دیکھ کر　　کوئی آسکتا نہیں ظالم ترے بسمل کے پاس

دولتِ دُنیا تو محنت سے تجھے مِل جائیگی　　نسخۂ عرفاں ملیگا مُرشدِ کامل کے پاس

اشتیاقِ جذبِ کامل کا اثر تو دیکھئے　　رہبری سے اسکی جا پہونچا ہوں میں منزل کے پاس

اے محمد قیس کو پاسِ ادب منظور ہے
دیکھتا ہے دُور سے آتا نہیں محمل کے پاس

غزل

ہو رہی ہے میکدے میں داستانِ میفروش　　کھل گئی بازار میں شاید دوکانِ میفروش

شیخ و زاہد جان سکتے ہی نہیں ہیں منزلت　　میکشوں کے دلسے پُوچھے کوئی شانِ میفروش

ساغر و شیشہ صُراحی بادہ و جام و سبو　　راتدن رہتا رواں ہے کاروانِ میفروش

مول جب بارش میں لیتے ہیں شرابِ ارغواں　　کیا بھلا معلوم ہوتا ہے بیانِ میفروش

جسکو جو ہر جام میں ساقی بتا دیتا ہے تو　　یہ رقم کی ہے کسی نے داستانِ میفروش

ہوں وہ مے کش جب نشہ میں بھولتا ہوں راستہ　　محتسب سے پُوچھ لیتا ہوں دُوکانِ میفروش

پھول ساغر رنگ کے ہے اور ساقی باغباں　　جانتا ہوں گلستاں کو میں دُوکانِ میفروش

مثلِ انجم گلرخوں کی بھیڑ رہتی ہے یہاں
ہے زمیں دوکان کی بھی آسمانِ مے فروش

دخترِ رز کو ہے جوانوں سے زیادہ انسیت
جھانکتی رہتی ہے شیشہ سے دکانِ مے فروش

کیا کشش ہے، شوقِ سجدہ ہے ہر اک میخوار کو
ڈھونڈھتا پھرتا ہے ایک ایک آستانِ مے فروش

چشمِ میگوں سے محمد دیکھ لے ساقی اگر
شیخ و زاہد ڈھونڈھنے نکلیں دکانِ میفروش

ردیف ص

وہ بتِ کافر دکھا دے گر سرِ بازار رقص
دیکھکر کرنے لگے ہر طالبِ دیدار رقص

آگیا جوشِ جنوں میں کون سا وحشی یہاں
ہر بگولہ دشت میں کرنے لگا ہر بار رقص

محوِ حیرت مثلِ آئینہ ہے ہر پیر و جوان
انجمن میں پھر دکھا دیجے ذرا سرکار رقص

کیا اثر ہے میرے ساقی کی نگاہِ مست کا
اہلِ غفلت سے سوا کرنے لگے ہشیار رقص

میں وہ وحشی ہوں مری زنجیر کی سنکر صدا
قیس کیا فرہاد بھی کرنے لگے ہر بار رقص

خنجرِ ابرو کی قاتل دیکھتا ہے کاٹ چھانٹ
یوں ہر اک بسمل کا ہوتا ہے سرِ بازار رقص

وہ گلِ خوبی محمد سیر کو آئے اگر
صورتِ طاؤس پھر کرنے لگے گلزار رقص

ردیف ض

کیوں نہ دیکھے کوئی ہر بار تمہارے عارض
دُور سے کرتے ہیں اِک اِک کو اشارے عارض

لیکے آئینہ جو خلوت میں سنوارے عارض
کس کو محفل میں دکھائیں گے نظارے عارض

رات دن شمس و قمر دیکھتے آ آ کر
کیا بنائے ہیں ترے یا یہ پیارے عارض

آئینہ بیٹھ کے خلوت میں ذرا دیکھو تو
زُلف میں آج چھُپے جاتے ہیں سارے عارض

چاند سُورج جسے دُنیا نے سمجھ رکھا ہے
چرخ پر عکس فگن ہیں یہ تمہارے عارض

مثل موسےٰ کے گریں سینکڑوں غش کھا کھا کر
تیرے پردے سے نکل آئیں جو سارے عارض

یُوں تری بزم سے آتی ہے صدا اُف اُف کی
بَن گئے ہیں دلِ حاسد کو شرارے عارض

شق کلیجہ مہ و خورشید کا ہو جائے ابھی
دُور سے کر دیں جو اکبار اِشارے عارض

آئے جب مجمع عشاق میں، بولے ہنسکر
کوئی چھیڑے نہ سر بزم ہمارے عارض

جب نظر پڑتی ہے بڑھتی ہے ضیاء آنکھوں میں
کیا بنائے ہیں محمّد یہ پیارے عارض

ردیف ط

کِس کا قاصد یہ لیکے آیا خط
تُم نے سینے سے جو لگایا خط

کس نے بھیجا کہاں سے آیا خط — تم نے پڑھکر نہیں سُنایا خط

پیش آیا وہی جو تھا لکھا — لاکھ قسمت کا گر مٹایا خط

سوزِ فرقت کا حال لکھا تھا — آگ میں لیکے کیوں جلایا خط

اشک تھمتے نہیں ہیں آنکھونسے — کس نے پڑھکر تمہیں سُنایا خط

لو نہ قاصد سے غیر کا نامہ — کوئی پڑھتا نہیں پرایا خط

نقشِ تحریر ہے عداوت کا — گھر کا کردے نہ یہ صفایا خط

نامہ بر کو جواب تک نہ دیا — ہم نے اُن سے اگر منگایا خط

قطعہ

پڑھتے رہتے ہو رات دن اسکو — تم کو دشمن کا ایسا بھایا خط

کوئی قصہ ہے اس میں پوشیدہ — ہمکو دیکھا تو کیوں چھپایا خط

کیوں نہ آنکھونپہ میں رکھوں قاصد — بعد مُدت کے اُن کا آیا خط

جس کا مطلب ذرا نہ ہم سمجھے — کیسا لکھا ہے یہ خدایا خط

حُسن کے باغ کی فضا بدلی — اُن کے عارض پہ جبکہ آیا خط

راز لکھنے لگے جو خلوت کے — ہم نے ایک ایک سے چھپایا خط

کوئی مضموں نہ وصل کا سُوجھا — لاکھ لکھ لکھ کے گر مٹایا خط

گو محمد نے لاکھ بار لکھا — اُنکی آنکھوں میں کب سمایا خط

ردیف ظ

ہوتا ہمیں نہ ہجر میں فریاد کا لحاظ
رو کے ہوئے ہے عالم ایجاد کا لحاظ

مقتل میں بسملوں کی طرح لوٹتا نہیں
رہتا ہے وقتِ قتل بھی جلاد کا لحاظ

تصویر اُن کی کھینچنی دشوار کچھ نہیں
رو کے ہوا ہے مانی و بہزاد کا لحاظ

پاؤں سے بیڑی کاٹ کے جاتا چمن میں میں
ہوتا نہ فصلِ گُل میں جو حدّاد کا لحاظ

کرتا خجل گلوں کو دلِ داغدار سے
دل میں نہاں ہے گلشنِ ایجاد کا لحاظ

مجنوں مرے جنوں سے پریشان ہو گیا
شاگرد کو بھی ہوتا ہے اُستاد کا لحاظ

جاتا چمن کی سیر کو فصلِ بہار میں
ہوتا اگر قفس میں نہ صیّاد کا لحاظ

دم بھر کو چین ظلم سے ظالم تجھے نہیں
کچھ تو جفا شعار ہو بیداد کا لحاظ

زنداں میں میری آہ پہ غل تک نہیں کیا
تھا بیڑیوں کو قید میں حدّاد کا لحاظ

گلگشت کو بھی باغ میں آتے نہیں کبھی
ابتک اُنہیں ہے سرو کا شمشاد کا لحاظ

بیٹھو، اب عشق میں نہ محمّد پھرو کہیں
کبتک کرو گے اس دلِ ناشاد کا لحاظ

ردیف ع

دیکھ لے بے پردہ شب کو گر رخِ جانانہ شمع
انجمن میں اُڑ کے آئے صورتِ پروانہ شمع

خاک ہو جاتا ہے جل کر عشق میں پروانہ شمع
بزم میں کیسا پلا دیتی ہے تو پیمانہ شمع

ایک شب میں سینکڑوں پروانے جل کر مر گئے
خُوب سیکھا ہے کسی سے نازِ معشوقانہ شمع

بزم میں اُس شمعرو کی اُڑ کے جاتا ہے اگر
بال و پر پیدا ابھی کر صُورتِ پروانہ شمع

کیوں فروغِ حُسن پر اِترا رہی ہے اِسقدر
تُو نے دیکھا ہی نہیں ہے جلوۂ جانانہ شمع

بزم میں جلتے ہیں پروانے اسے پروا نہیں
کس قدر رکھتی ہے دیکھو ہمتِ مردانہ شمع

یوں رخِ محبوب کی اُلفت میں دل ہی جلوہ گر
رات کو کرتی ہے روشن جس طرح کاشانہ شمع

خانۂ تاریک میرا دیکھ لے آ کر اگر
کیا عجب اُڑ جائے ڈر کر صورتِ پروانہ شمع

روتے روتے اے محمدؔ صبح کر دی شام سے
انجمن میں کس کا سُن کر آئی تھی افسانہ شمع

ردیف ف

جب سے ہوئی ہے سر پہ یہ نازل بلائے زلف
دُنیا میں کچھ نظر نہیں آتا سوائے زلف

ایک ایک مرغِ دل کو گرفتار کر لیا
مجھکو بتا رہے ہیں ترے حلقہ ہائے زلف

دیکھے گا عکس بن کے سکندر ضرور شکل
یارب وہ آئینہ میں نہ اپنی بنائے زلف

زنجیر کیوں پہنا کے بٹھایا ہے قید میں کافی ہے وحشیوں کو تیرے عشق ہائے زلف

لہرا کے پاؤں رکھتے ہیں اپنا زمین پر وہ بھا گئی ہے دل کو ہمارے ادائے زلف

دیوانگانِ زلف کی حالت نہ پوچھیے ابرِ سیہ کو جان رہے ہیں قبائے زلف

رُخ کی صفت میں سورۂ وَالشّمس ہے رقم وَاللّیل میں خدا نے یہ کی ہے ثنائے زلف

ڈر ہے کہ پاس بیٹھیں چٹک لے نہ یہ کہیں لہرا رہی ہے سانپ کی صورت بنائے زلف

بدلی میں آفتاب کا سب کو گماں نہ ہو رُخ پر تمہارے کھُل کے جو لہرا کے آئے زلف

کچھ اس طرح سے آئی گھٹا آسمان پر بے ساختہ نکل گیا منہ سے کہ ہائے زلف

ہر جادہ سانپ بن کے ڈراتا ہے دشت میں وحشت میں ہم سے ہو گئی شاید خطائے زلف

پھرتا ہے مثلِ قیس پریشاں اِدھر اُدھر صحرا میں گرد باد بھی ہے مبتلائے زلف

دل تو پھنسا ہوا ہے محمدؔ کا پیچ میں
اب دیکھئے کہ عشق میں کیا رنگ لائے زلف

ردیف ق

آنکھ سے دیکھا ہے جس دن سے پریخانۂ عشق ہوش میں اپنے نہیں ہے کوئی دیوانۂ عشق

ایک بھی بستی میں جاتا نہیں دیوانۂ عشق کس قدر دیکھئے دلچسپ ہے افسانۂ عشق

ہوش والوں کو بھی بے ہوش بنا دیتا ہے اپنے آپے میں جو رہتا نہیں دیوانۂ عشق

غول پریوں کے اُترنے لگیں ویرانے میں
کہنے بیٹھے ترا دیوانہ جو افسانۂ عشق

قول کے اپنے جو مضبوط ہیں میکش ساقی
چھوڑ کر جاتے نہیں ہیں درِ میخانۂ عشق

مرتے مرتے بھی انا الحق کی صدا تھی لب پر
وہ پیا حضرتِ منصور نے پیمانۂ عشق

جب بھڑک کر یہ ذرا شعلہ فشاں ہوتا ہے
کشتِ ہستی کو جلا دیتا ہے اِک دانۂ عشق

حلقۂ زلف کا پابند تو ہو جاتا ہے
طوق و زنجیر میں رہتا نہیں دیوانۂ عشق

ساغرِ جم کی حقیقت نہیں اِسکے آگے
اے محمدؐ جو پیا کرتا ہے پیمانۂ عشق

ردیف ک

ثنا لکھے کوئی تیری کہاں تک
ہے وصفِ پاک میں قاصر زباں تک

رسائی ہے وہاں پر مصطفےٰ کی
پہنچ سکتا نہیں جس جا گُماں تک

گئے چرخِ چہارم تک مسیحا
مگر پہنچے محمدؐ لامکاں تک

مِری تقدیر کُھل جائے محمدؐ
پہنچ جاؤں جو تیرے آستاں تک

مدینے کے بہت رستہ میں بھٹکے
نہ آیا ہم کو لینے کارواں تک

وظیفہ ذکرِ احمد کا نہ بھولوں
رہوں دُنیا میں زندہ میں جہاں تک

گئے معراج میں خیرالوریٰ جب
ہوا شُہرہ زمیں سے آسماں تک

تری مدحت میں شیرینی غضب ہے   مزا لیتی ہے یہ میری زباں تک

محمدؐ کو ہے ارمانِ مدینہ
بلا لیجئے اسے بھی آستاں تک

ردیف ل

ہو گیا ہوں مبتلائے دردِ دل   دو مجھے جلدی دوائے دردِ دل
چونکنا ہے خوابِ غفلت سے محال   گر نہ بستر سے اُٹھائے دردِ دل
جب اُسی بے درد کو پروا نہیں   کون پوچھے مُدّعائے دردِ دل
دردمند اپنا جہاں میں کون ہے   کیا سُناؤں ماجرائے دردِ دل
لوٹنے دو دردِ فرقت میں سب مجھے   یا گھٹائے یا بڑھائے دردِ دل
عشق کے ہاتھوں پریشاں میں نہیں   سینکڑوں ہیں مبتلائے دردِ دل
دوستی کا راز کھل جائے ابھی   بھیجے دُشمن پر بلائے دردِ دل
آئیں گر عیسےٰ بھی تو ہوتا ہے کیا   دے نہیں سکتے دوائے دردِ دل
لاکھ تڑپے برق کی صورت سے یہ   کون سُنتا ہے صدائے دردِ دل

بسترِ غم پر نہ کیوں تڑپا کرے
ہے محمدؐ مبتلائے دردِ دل

ردیف م

کیا کہوں کیا میرے دل کا مدعا سمجھو گے تم
گر بھلائی بھی کروں گا تو برا سمجھو گے تم

عقل سے انساں کی بالا ہے رموزِ عاشقی
تمکو ہم سمجھائیں بھی ناصح تو کیا سمجھو گے تم

اُلفتِ صادق کا کس دن آئیگا تمکو یقیں
جاں نثار اپنا ہمیں کب دلربا سمجھو گے تم

میں یہ سمجھوں گا کہ مجھکو بادشاہی مِل گئی
جسدن اپنے آستانے کا گدا سمجھو گے تم

دیدۂ خوں بار میرے ایکدن لائینگے رنگ
خوں فشانی کا کبھی تو مُدعا سمجھو گے تم

کیا کہو گے پھر خدا کو یہ تو بتلا دو ہمیں
اِن بتوں کو حضرتِ دل جب خدا سمجھو گے تم

کیوں محمدؔ سے بُرائی کی ٹھنی ہے اِسقدر
دیکھنا ہے اب ہمیں کب تک بُرا سمجھو گے تم

غزل نعتیہ

کرو تم نگاہِ کرم غوث الاعظم
اسیرِ مصیبت ہیں ہم غوث الاعظم

ہر اک رنج میں کی ہے امداد میری
تمہیں ہو خدا کی قسم غوث الاعظم

خبر لو مری جلد آؤ مدد کو
سُتاتے ہیں اہلِ ستم غوث الاعظم

تمنّا ہے دل کو کہ بغداد دیکھوں
نہیں شوق باغِ اِرم غوث الاعظم

رہوں تجھپہ قربان میں جان و دل سے
بھروں تیری الفت کا دم غوث الاعظم

غلاموں پر اپنے جہاں میں ہمیشہ رہا تیرا فضل و کرم غوث الاعظم
کسی اور کے دَر پہ کیا جا کے بیٹھیں ترے نام لیوا ہیں ہم غوث الاعظم
مرا خاتمہ ساتھ ایماں کے ہوئے یہی دل میں رہتا ہے غم غوث الاعظم

حمایت پہ اُس کی جو موجود ہو تم
محمدؐ کو پھر کیا ہے غم غوث الاعظم

ردیف ن

کہاں تھا اور آنکلا کدھر ہوں حقیقت سے میں اپنی بے خبر ہوں
مرے دم سے کھلا کرتے ہیں غنچے ریاضِ دہر میں بادِ سحر ہوں
انیسِ خاطرِ اہلِ بصیرت شریکِ محفلِ اہلِ نظر ہوں
رہا کرتا ہوں کوسوں دُور شر سے جہاں میں خیر سے ایسا بشر ہوں
نہیں اک حال پر اپنی طبیعت کبھی گمراہ گاہے راہبر ہوں
رہا کرتی ہے مجھ پر سنگ باری چمن میں وہ نہالِ باروَر ہوں

ہیں مجھ سے شادکام اہلِ تعیُّش
محمدؐ نخلِ فطرت کا ثمر ہوں

غزل

عبث مجھ سے خفا تو ہے کہ میں ہوں
ستمگر بے وفا تو ہے کہ میں ہوں

ملاقاتیں تری ہوتی ہیں سب سے
خلائق آشنا تو ہے کہ میں ہوں

مجھی سے رات دن رہتے ہیں جھگڑے
رقیبوں پر فدا تو ہے کہ میں ہوں

مری عرض تمنّا پر ستم گر
ہمیشہ رُوٹھتا تو ہے کہ میں ہوں

چلے جاتے ہو منہ کو پھیر کر تم
کئی دن سے خفا تو ہے کہ میں ہوں

مری ہر بات پر ہو ہو کے برہم
جفا پر تُل رہا تو ہے کہ میں ہوں

محمدؐ سے حجاب اچھا نہیں ہے
اکیلا دل رُبا تو ہے کہ میں ہوں

غزل

نہ دُنیا کی دولت خدا چاہتا ہوں
محمدؐ پہ قرباں ہوا چاہتا ہوں

محبت میں احمدؐ کی تڑپا کروں میں
یہی دردِ دل کی دوا چاہتا ہوں

چلا جاؤں سیدھا مدینے کی جانب
ترا راہ میں نقشِ پا چاہتا ہوں

نہیں مصطفےٰ باغِ جنّت کی خواہش
میں رُوضہ ترا دیکھنا چاہتا ہوں

نہیں دین و دُنیا کی دولت کی خواہش
تجھے اے حبیبِ خدا چاہتا ہوں

مجھے شوق لے چل مدینے کی جانب
فِدا مصطفےٰ پر ہوا چاہتا ہوں

رہے عشقِ احمدؐ محمدؐ کے دلمیں
یہ الطاف خیر الوریٰ چاہتا ہوں

غزل

چمن میں سیر کی خاطر جو وہ تشریف لاتے ہیں — صبا گاتی ہے گانے تالیاں پتے بجاتے ہیں
سرِ محفل جو آنکھوں سے وہ آنکھوں کو لڑاتے ہیں — کلیجے کو نظر کے تیر سے چھلنی بناتے ہیں
جو سچ پوچھو محبت میری اُن کی اک تماشہ ہے — وہ اکثر وصل کا اقرار کر کے بھول جاتے ہیں
بہت سمجھا چکے لیکن یقیں آتا نہیں اُن کو — محبت کو ہماری آجتک وہ آزماتے ہیں
صلہ ان گلرخوں کا ہم نے یہ پایا ہے عالم میں — نیا ہر روز ہم اپنے جگر پر داغ کھاتے ہیں
بہت مُدّت سے ہم بیٹھے ہوئے ہیں منتظر گھر میں — خدا جانے وہ ہمکو دیکھیے کسدن بُلاتے ہیں

محمدؐ اس لئے کہتی ہے دیوانہ تمہیں دُنیا
کہیں پریوں سے بھی انسان ہو کر دل لگاتے ہیں

غزل

کہو منہ سے خفا تم ہو کہ ہم ہیں — یہ رنجش کی بنا تم ہو کہ ہم ہیں
ضیائے حسن سے روشن ہے عالم — نمایاں جابجا تم ہو کہ ہم ہیں
کوئی وعدہ کیا پورا نہ اب تک — بتاؤ بے وفا تم ہو کہ ہم ہیں

ڈبویا قلزم ہستی میں ہم کو
شناور آشنا تم ہو کہ ہم ہیں

عداوت رات دن رہتی ہے ہمسے
رقیبوں پر فدا تم ہو کہ ہم ہیں

فدا ہے ہر کس و ناکس ادا پر
جہاں میں دلربا تم ہو کہ ہم ہیں

شفاء پاتے ہیں بیمارِ محبّت
یہ ہر دل کی دوا تم ہو کہ ہم ہیں

ہمیشہ مانتے ہو بات اُسکی
عدو کا مُدّعا تم ہو کہ ہم ہیں

برستا ہے محمدؐ نورِ دل پر
یہ رحمت کی گھٹا تم ہو کہ ہم ہیں

غزل

پیار جی بھر کے تجھے ہم رُخِ زیبا کرلیں
پوری اک روز میں ہم دل کی تمنّا کرلیں

شکلِ دیدار نکالیں تو نکل سکتی ہے
صورتِ آئینہ ہم دل کو مصفّا کرلیں

وصل کے پھر ہوں طلبگار کسی کافر کے
نقدِ جاں پہلے فدائے رُخِ زیبا کرلیں

ایک مُدّت سے اسی دھن میں رہا کرتے ہیں
وہ جو مل جائے تو ہم عرضِ تمنّا کرلیں

پھر مناسب اُنہیں دعوائے مسیحائی ہے
پہلے بیمارِ محبّت کو تو اچھا کرلیں

چوم لیں نقشِ کفِ پا کو گلی میں اُن کے
کچھ نہیں اور تو ارماں یہی پورا کرلیں

خود ہی سر کاٹ کے قاتل کے قدم پر رکھدیں
جاں نثاری کا یونہی حوصلہ پورا کرلیں

سوجھتی ہے تو یہی سوجھتی ہے وحشت میں
اپنے ہم دل کا تری زُلف سے سَودا کرلیں

ہم شبِ غم میں کبھی اُف نہیں کرنے والے
جتنا منظور اُنہیں ظُلم ہو اُتنا کرلیں

کوئی خلوت میں نہیں دوسرا ہمسر اپنا
آج موقعہ ہے کہ اظہارِ تمنّا کرلیں

اے محمدؐ جو رہے فضلِ خدا شاملِ حال
کیوں نہ ہو جائے وہ پُورا جو ارادہ کرلیں

غزل

اپنے بیمار کو تم شکل دکھاتے بھی نہیں
شربتِ دید مسیحا ہو پلاتے بھی نہیں

ہوں میں بے ہوش شبِ غم کی پریشانی سے
خواب میں زلفِ معنبر کو سُنگھاتے بھی نہیں

سونگھ کر بُوئے محمدؐ کو چمن میں غنچے
اس قدر پھُولے ہیں جامہ میں سماتے بھی نہیں

دیکھ لیتے درِ محبوبِ خدا آنکھوں سے
اپنے سر کو کبھی سجدہ سے اُٹھاتے بھی نہیں

خدمتِ سرورِ دیں سے جو ملی ہے عزّت
رُتبہ جبریلؑ امین ایسا تو پاتے بھی نہیں

ہم ترے ہجر میں روتے ہیں مدینے والے
پاس تم اپنے کبھی ہم کو بُلاتے بھی نہیں

اہلِ منزل سے بہت دُور ہے منزل میری
راہ میں راستے والے جو اُٹھاتے بھی نہیں

طالبِ دید محمدؐ رہے کب تک حضرت
آپ آتے بھی نہیں اس کو بُلاتے بھی نہیں

وہ محویت ہے عشقِ رسالت مآب میں
رکھتا نہیں ہوں پاؤں عذاب و ثواب میں

جس وقت ہوگی پرسشِ اعمال روزِ حشر
کہہ دوں گا تو کریم ہے اُس کے جواب میں

یارب کرم سے اپنے تو لکھ دے ثواب میں
تحریر ہوں گناہ جو فردِ حساب میں

ہوگا لحد میں جب کہ نکیرین سے سوال
کہہ دوں گا ہوں غلامِ محمدؐ جواب میں

وہ ہجرِ مصطفٰے تھا لحد میں پسِ فنا
آیا ذرا نہ فرق مرے اضطراب میں

ہوں غرق جیسے عشقِ رسالت مآب میں
لکھتا ہوں روز وصف میں دل کی کتاب میں

بیچین ہوں میں آپ کے دیدار کے لئے
اب تو دکھا دو عارضِ پُر نور خواب میں

کیا سونگھوں زلفِ احمدِ مرسل کے سامنے
خوشبو نہیں وہ عنبر و عطرِ گلاب میں

منگر دل میں نہیں ہے محمدؔ کو چین اب
بُلوا لو مصطفٰے اسے اپنی جناب میں

بے سبب یار کی بھی صحبتِ اغیار نہیں
کوئی گُل گلشنِ آفاق میں بے خار نہیں

کون سا دل ہے کہ جو تیرا طلب گار نہیں
آنکھ وہ کون ہے جو طالبِ دیدار نہیں

تم اگر آؤ تو ہو جائے تسلی میری
اور تو کوئی علاجِ دلِ بیمار نہیں

ایک جنبش سے کئے قتل ہزاروں کے گلے
دونوں خنجر ہیں تری ابروئے خمدار نہیں

مجھ گنہ گار کو رحمت نے تری کیا دیکھا
کوئی بندہ نہیں ایسا جو گنہ گار نہیں

برق تڑپے یا گھٹا اشک فشاں ہو آکر
ہجر میں یاد سے تیری کوئی بیکار نہیں

اِن بُتوں سے کوئی امداد کا طالب کیا ہو
جُز خدا کے کوئی دُنیا میں مددگار نہیں

آپ فرمائیں تو میں اپنا سُناؤں قصہ
آج محفل میں تری مجمعِ اغیار نہیں

ہم نہ مرجائیں غمِ وصل میں بے موت یہاں
دیکھو اچھی نہیں یہ آپ کی ہر بار نہیں

ہر جگہ طور ہے جلوے سے ترے دیکھوں کیا
مثلِ موسیٰ میں ترا طالبِ دیدار نہیں

کیوں گِلہ غیر سے کرتے ہو محمدؔ اس کا
ایک معشوق بھی دُنیا میں وفادار نہیں

ظلم و ستم وہ ہم پر بیداد کر رہے ہیں
ہو ہو کہ مضطرب ہم فریاد کر رہے ہیں

محفل میں آج لاکر غیروں کو ہم بٹھائیں
کیا آپ بندہ پرور ارشاد کر رہے ہیں

دُنیا کی زیب و زینت عقبیٰ کو کھو رہی ہے
ہم اپنی زندگی کو برباد کر رہے ہیں

رُک رُک کے ہچکیاں جو ہر بار آ رہی ہیں
محفل میں آج ہم کو وہ یاد کر رہے ہیں

خنجر گلے پہ رکھکر وہ چلدیئے ہیں گھر کو
کیا ظلم آج ہم پر جلّاد کر رہے ہیں

ان زلزلوں کا آنا سمجھا نہیں ہے کوئی
مُردے زمیں کے نیچے فریاد کر رہے ہیں

اس گلشنِ جہاں میں آرام یوں نہیں ہے
ہفت آسماں زمیں پر بیداد کر رہے ہیں

خاموشیاں ہماری بیفائدہ نہیں ہے
ہم اُن کو یاد کر کے دل شاد کر رہے ہیں

پھر لب پہ اے محمدؐ قصہ ہے گیسوؤں کا
تیار بیڑیوں کو حسدا کرہے ہیں

غزل

غلام اپنا کیا مجھ کو عنایت اسکو کہتے ہیں
دیا دامانِ شفقت میں حفاظت اسکو کہتے ہیں

گئے معراج میں قوسین میں کی گفتگو حق سے
رسالت اسکو کہتے ہیں نبوت اسکو کہتے ہیں

گنہگاروں کی محشر میں شفاعت خود کرائینگے
حمایت نام ہے اس کا حمایت اسکو کہتے ہیں

دیا سر بخشش اُمت کی خاطر ابنِ حیدر نے
محبت اسکو کہتے ہیں شجاعت اسکو کہتے ہیں

پڑھائی ہے نماز احمدؐ نے نبیوں کو شبِ اسرا
عبادت اس کو کہتے ہیں امامت اسکو کہتے ہیں

شبِ معراج ہی میں بخشوایا اپنی اُمت کو
حفاظت اسکو کہتے ہیں شفاعت اسکو کہتے ہیں

محمدؐ کو دیا قبضہ خدا نے دونوں عالم کا
حکومت اسکو کہتے ہیں ریاست اسکو کہتے ہیں

محمد کی شفاعت کو محمدؐ آئے محشر میں
محبت اسکو کہتے ہیں عنایت اسکو کہتے ہیں

غزل نعتیہ

بدحواسی جو کرے حشر کے دِن گم مجھکو
یا نبیؐ بھولنا ہرگز نہ وہاں تم مجھکو

داغِ عصیاں نہ رہے جسم پہ باقی میرے
خاکِ پا کا تری حاصل ہو تیمم مجھکو

دستگیری مری گر آپ نہ فرمائینگے
بحرِ عصیاں کا ڈبو دیگا طلاطم مجھکو

منحرف تیری غلامی سے جو نظر آتے ہیں
اُنکی نادانی پر آتا ہے تبسّم مجھکو

ہجرِ احمدؐ میں وُہ گریہ سے ہوا ہے طوفاں
قطرۂ اشک نظر آتا ہے قُلزم مجھکو

آرزو ہے کہ رہے دِل میں تُمھارا کلمہ
جاں کُنی میں نہ ہو گر تابِ تکلّم مجھکو

رُوک رکھا ہے شریعت نے زبانکو ورنہ
صاف کہدیتا نظر آتے ہو جو تُم مجھکو

نام رکھا ہے محمدؐ نے محمدؐ تاکہ
بھول جاؤ نہ قیامت میں کہیں تُم مجھکو

غزل

کہا پہلے خود باہیں گردن میں ڈالو
جو ڈالیں تو چِلّائے جلدی نِکالو

نہ ہر بات دُشمن کے آگے اُچھالو
ذرا اپنا محفل میں آپا سنبھالو

نِکل آئیں محرم سے باہر نہ ایک دن
ذرا اُٹھتے جُوبن کو اپنے سنبھالو

جوانی نے بے ہوش سا کر دیا ہے
کہیں جاکے اب ہوش کی تم دوا لو

وُہ اُٹھنے لگیں اُنگلیاں ہر طرف سے
نہ چادر سے پاؤں کو باہر نِکالو

نہیں رُکتا داغِ درم اب ہمارا
یہ سِکّہ ہر اِک جا پہ جاکر چلالو

بتوں کی پرستش میں ہوں مُبتلا میں
مجھے نارِ دوزخ سے مولیٰ بچالو

محمد کو لایا ہے شوقِ شہادت
ذرا میان سے تیغ اپنی نکالو

غزل

نظر میں میری اب جچتا نہیں ہے تاجِ شاہانہ　　ترے در کا پسند آیا ہے وہ رنگِ گدایانہ
محمد مصطفٰے کے عشق کا ایسا ہوں دیوانہ　　نظر بھر کے جو دیکھوں سارا عالم ہو پریشانہ
طبیعت میں مری وہ جم گیا رنگِ فقیرانہ　　سوائے ذاتِ باری سب نظر آتے ہیں بیگانہ
شرابِ عشقِ احمد سے تو بھر دے میرا پیمانہ　　قیامت تک رہے آباد ساقی تیرا میخانہ
فرشتے مضطرب ہو کر چلے آتے ہیں جنّت سے　　نہیں معلوم کسکی شمع محفل کا ہوں پروانہ
جو مجھ سے قبر میں پوچھا کہ ہے تو کس کی امّت میں　　سنا دونگا میں عشقِ احمدِ مرسل کا افسانہ
میں گذرونگا جدھر سے حشر میں امت پکاریگی　　اٹھو تعظیم کو آتا ہے وہ حضرت کا مستانہ
وہ مےکش ہوں بلایا مصطفٰے نے حوضِ کوثر پر　　اٹھا کر سامنے رکھدونگا پہلے اپنا پیمانہ
پسند آیا اگر خالق کو دفترِ نعتِ احمد کا　　قیامت میں مجھے مل جائیگا بخشش کا پروانہ
نہ ہونا چاہیئے امت کو خوفِ گرمیٔ محشر　　چھپا لیوینگے دامن میں بہ اندازِ کریمانہ

محمد مثلِ موسیٰ ہوش تک آئے نہ عالم کو
اگر ہو جائے صورت مصطفٰے کی بے حجابانہ

غزل

ہٹی ہے زُلف کی رُخ سے نقاب آہستہ آہستہ
کہ نکلا ہے گھٹا سے آفتاب آہستہ آہستہ

جہاں میں رنگ لائیگا شباب آہستہ آہستہ
اوٹھیگی روئے جاناں سے نقاب آہستہ آہستہ

رسائی بزمِ جاناں تک نہیں ہوتی ہے دم بھر میں
ہُوا کرتے ہیں عاشق کامیاب آہستہ آہستہ

جلایا ہجرِ ساقی میں وفورِ غم نے اس درجہ
ہُوا سینے میں دِل جل کر کباب آہستہ آہستہ

ہوئی ہے شرم رخصت رفتہ رفتہ انکی آنکھوں سے
ہوئے ہیں وصل کی شب بے حجاب آہستہ آہستہ

نسیمِ صبح کا اکثر گماں ہوتا ہے گلشن میں
شبِ وعدہ جو آتے ہیں جناب آہستہ آہستہ

یقین ہے سارا عالم ڈوب جائے ایک قطرہ میں
بہائے اشک یہ چشمِ پُرآب آہستہ آہستہ

محمدؐ تم رسائی کے لئے کوشش کئے جاؤ
خدا کردیگا اِکدن باریاب آہستہ آہستہ

غزل

کھڑا ہوں میں سرِ دربار خواجہ
اِدھر بھی ہو نظر اک بار خواجہ

پریشاں ہوں خبر جلدی سے لیجیے
تمہیں ہو ہند کی سرکار خواجہ

جب ہی تو آپ کا خادم ہوں دل سے
کہ کرتے ہیں مدد ہر بار خواجہ

ثنا مجھ سے رقم ہرگز نہ ہوگی
ہیں جانِ حیدرِ کرار خواجہ

مجھے گھیرا ہے فوجِ غم نے آکر　　نکالو میان سے تلوار خواجہ
میں اپنا حال کیا تم کو سناؤں　　ہے سب کچھ آپ پر اظہار خواجہ
محمدؐ آپ کے در پر پڑا ہے
غلامی کی ملے دستار خواجہ

غزل

بیاں کس سے ہو تیرا مرتبہ محبوب سبحانی　　ملی یہ خاص عزت تو ہوا محبوب سبحانی
یہ ہے تیرے کرم کا آسرا محبوب سبحانی　　کہ اپنے دل کا پایا مدعا محبوب سبحانی
مسیحائی کا دعویٰ بھی بجا ہے تمکو عالم میں　　کہ مردہ تم نے زندہ کردیا محبوب سبحانی
مرا سینہ منور آپ کردیں نورِ باطن سے　　نہیں دنیا کی اب حرص و ہوا محبوب سبحانی
سلاطینِ جہاں پر فخر حاصل ہوگیا اوسکو　　غلامی میں تری جو آگیا محبوب سبحانی
مرا شوقِ زیارت آپ لیجائیگا منزل پر　　کرونگا قصد گر بغداد کا محبوب سبحانی
بہت دیدار کی خاطر پریشاں ہیں مری آنکھیں　　رُخِ روشن سے اب پردہ اٹھا محبوب سبحانی
ستائے حشر میں خورشید محشر کی اگر گرمی　　مرے سر پر رہے دامن ترا محبوب سبحانی
نہ کیوں دلکی تمنائیں نہ پوری ہونگی بالآخر
محمدؐ مداح خواہاں ہے آپ کا محبوب سبحانی

نعت

آپ خالق کے ہیں محبوب رسولِ عربی
مل گئی شان یہ کیا خوب رسولِ عربی

تیرا انداز وہ انداز ہے سبحان اللہ
ہر طبیعت کو ہے مرغوب رسولِ عربی

دیکھ لے آکے گلستانِ مدینہ کی بہار
جس کو فردوس ہو مطلوب رسولِ عربی

سامنے آپ کے کس منہ سے چلا آؤں میں
فرطِ عصیاں سے ہوں محجوب رسولِ عربی

آئینہ وار کیوں ہوتے نہ وہ بھی ششدر
گر تمھیں دیکھتے یعقوب رسولِ عربی

آپکے خلق کو کہتا ہے خدا خلقِ عظیم
آپ کی شان ہے کیا خوب رسولِ عربی

چشمِ عشاق میں ہیں آپ کے سارے انداز
پھر نہوں آپ خوش اسلوب رسولِ عربی

حق پرستی کا عجب دورِ رسالت میں ہوا
بت پرستی ہوئی معیوب رسولِ عربی

انبیا میں وہ شرف خاص محمد پایا
ہوئے اللہ کے محبوب رسولِ عربی

غزل

ان کے کانوں تک رسائی ہوگئی فریاد کی
ایک حسرت تو ہوئی پوری دلِ ناشاد کی

اے ستمگر وہ ترقی ہے تری بیداد کی
رحم کے قابل ہے حالت عاشقِ ناشاد کی

تھی یہ وقتِ قتل حسرت اس دلِ ناشاد کی
دیکھ لوں میں آج صورت اوس ستم ایجاد کی

ہیں قفس میں اس قدر پابندیاں صیاد کی | لب پہ نوبت تک نہیں ہے نالہ و فریاد کی

واہ کیا کہنا کہ اپنے طالبِ دیدار پر | ظلم ہی ظلم کیا بیداد ہی بیداد کی

سخت جانی سے گلے پر باڑ مڑ کر رہ گئی | کام آئی کچھ نہ بُرّش خنجرِ جلاد کی

بلبلو اب ہے خدا حافظ تمہاری جان کا | وہ سواری آ رہی ہے باغ میں صیاد کی

بس وہی شاگرد رہ جاتا ہے ناکارہ جہاں | دل سے جو خدمت نہیں کرتا کسی استاد کی

کوہ کو کاٹا کیا پر راہ نہ نکلی وصل کی | جانِ شیریں مفت میں ضائع ہوئی فرہاد کی

مجھکو وہ الزام الٹا دے رہے ہیں دیکھئے | کر دیا بے چین کیوں یہ کس لئے فریاد کی

جب تری تصویر دیکھی قلبِ مضطر رک گیا | اچھی صورت ہے یہ تسکینِ دلِ ناشاد کی

فی الحقیقت ہے جہاں میں وہ نہایت خوش نصیب
ہو محمد مہر جس شاگرد پر اُستاد کی

نعت

اے پیشوائے انبیاء شایاں ہے تجکو افسری | حاصل ہے تجکو دلبری سر پر ہے تاجِ سروری

محبوب تم خالق کے ہو ایسی ہے تم میں دلبری | قرباں ہیں تیرے حسن پر حور و ملک جن و پری

رتبہ کوئی سمجھے گا کیا میرے رسول اللہ کا | حق نے عنایت کی اُنہیں پیغمبروں کی افسری

اے سیدِ خیر البشر کیا ہم سے ہو تیری ثنا | معبود نے بخشی تجھے دونوں جہاں کی سروری

کہتی ہے دنیا آپ کو رحمتؐ للعالمین — باعثِ برکت بنی کونین میں جلوہ گری
شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ کیا تیری شانِ پاک ہے — روشن ہیں تیرے نور سے خورشید و مہر و مشتری
ہیں جس قدر بھی انبیا سب دوست حق کے ہیں مگر — کوئی نہیں جو کر سکے ان میں سے تیری ہمسری
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ ایسا نبیؐ ہم کو ملا — جسکے باعث سے ہوئے نارِ جہنّم سے بری

واصف محمدؐ ہے ترا پیغمبرِ ہر دوسرا
تیرے کرم سے اسکی ہو دونوں جہانیں بہتری

مدح غوث الاعظم

ستاتی ہے مجھے دن رات فرقت غوث الاعظم کی — الٰہی تو ہی دکھلا اب وہ صورت غوث الاعظم کی
ذرا دیکھ تو کیا رتبہ ہے میرے پیر و مرشد کا — فرشتے کانپتے ہیں ہے وہ ہیبت غوث الاعظم کی
نہ دیکھی ہو اگر جنت تو چل کر دیکھ لو روضہ — سراسر خلد کی صورت ہے تربت غوث الاعظم کی
یہ فرماتے تھے خود خواجہ معین الدین چشتی بھی — مجھے آتی ہے یاد ہر دم جلالت غوث الاعظم کی
چمک جائے مقدر اور مطلب دل کا حاصل ہو — ذرا ہو جائے گر چشمِ عنایت غوث الاعظم کی
قدم جب دوش پر رکھا شبِ معراج احمدؐ نے — ہوئی اس دن سے ولیوں پر حکومت غوث الاعظم کی

محمدؐ بھی تڑپتا ہے اسی حسرت میں ارماں میں
اسے بھی اب تو ہو جائے زیارت غوث الاعظم کی

غزل

فریاد جو سن لے فلکِ پیر کسی کی — آجائے نظر چاند سی تصویر کسی کی
احباب کو حیرت کی وجہ کیا میں بتاؤں — پھرتی ہے نظر میں مری تنویر کسی کی
وہ رشکِ قمر دیکھ لے گر اپنی نظر سے — دم بھر میں چمکنے لگے تقدیر کسی کی
لگ جائینگے پشتے ابھی کشتوں کے ہزاروں — باہر ہو اگر میاں سے شمشیر کسی کی
دیتے ہیں ہر اک مجرمِ الفت کو سزا سخت — کب معاف کیا کرتے ہیں تقصیر کسی کی
وصل کی شب بھی نہیں ارمان نکلتے — چلتی ہی نہیں سامنے تدبیر کسی کی

تسکین کے لئے دل کی شبِ ہجر محمدؔ
سینے سے لگا لیتا ہوں تصویر کسی کی

غزل

نہیں مجھ تک رسائی موت کی بھی — اک آفت بن گئی ہے زندگی بھی
بہشت و قاف کا قصہ نہ چھیڑو — تمہیں تو حور بھی ہو اور پری بھی
خوشی میں آشنا ہوتے بہت ہیں — شریکِ غم نہیں ہوتا کوئی بھی
جو توڑا پھول چٹکی میں نہ سنبھلا — ستم کی بڑھ گئی ہے نازکی بھی
بہار آتے ہی غنچے کھل گئے سب — خدا نے کیا بنائی ہے خوشی بھی

نہیں ہے چاند کو زیور کی حاجت
عجب شے ہے جہاں میں سادگی بھی

تمہارا حسن یکتا ہے جہاں میں
نہیں جچتا نگاہوں میں کوئی بھی

سنبھل کر چاہیے انساں کو رہنا
یہ دنیا ہے بُری بھی اور بھلی بھی

نہیں ہوگا کوئی اُمت کا حامی
جہاں میں بہت سے آئے نبی بھی

ہمیں تھا کام ہردم قہقہوں سے
نہیں آتی ہے لب پر اب ہنسی بھی

وبالِ جان ہے عاشق کے حق میں
بتوں کی دوستی بھی دشمنی بھی

محمدؔ ہجر کے صدمے ہیں بھاری
جو دوبھر ہو گئی ہے زندگی بھی

غزل

کہاں چل دیئے وہ یہاں آتے آتے
رُکی جسمِ بے جاں میں جان آتے آتے

لبوں پر مرا کھنچ کے دم آگیا ہے
کہاں رہ گئے مہرباں آتے آتے

خیال آپ کا پھر گیا کس طرف کو
مرے دل میں جانِ جہاں آتے آتے

شبِ وصل آنکھوں میں اُس برق وش کی
حیا بن گئیں شوخیاں آتے آتے

مریضِ محبت ترا منتظر ہے
اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے

شبِ وعدہ جلدی سے آنا مری جاں
سحر ہو نہ جائے یہاں آتے آتے

غضب ہو گیا پھر گئے راہ سے کیوں — وہ کیا ہو گئے بدگماں آتے آتے
نچھوڑا لحد کو زمیں پر فلک نے — نشاں مٹ گیا آندھیاں آتے آتے

شب غم میں یارب یہ کیوں رُک گئی ہے
محمد کے لب پر فغاں آتے آتے

غزل

کبھی برہم مزاجِ دلرُبا ہونے نہیں دیتے — جہانتک ہم سے ہوتا ہے خفا ہونے نہیں دیتے
مرے جانب سے کیا اغیار نے پٹی پڑھائی ہے — کوئی بھی دل کا پورا مدّعا ہونے نہیں دیتے
تمہارے دامِ گیسو سے دل و جاں دور رکھتے ہیں — کسی کو ہم گرفتارِ بلا ہونے نہیں دیتے
بگڑ جاتے ہیں ذکرِ وصل پر اللہ کی قدرت — شبِ وعدہ بھی وہ وعدہ وفا ہونے نہیں دیتے
وہ سایہ کی طرح سے ساتھ ہے ہمزاد کی صورت — عدو کو بزم میں دم بھر جدا ہونے نہیں دیتے
مبادہ سیکھ جائیں نہ طریقہ انسے طاعت کا — ہمیں ناصح فدائے دلربا ہونے نہیں دیتے
شبِ وعدہ بھی سینے سے جھٹک دیتے ہو ہاتھوں کو — ہمارے دردِ دل کی تم دوا ہونے نہیں دیتے
خود ہی تیغِ ادا سے قتل کرتے ہیں سرِ مقتل — وہ جانبازوں کو ممنونِ قضا ہونے نہیں دیتے
شبِ غم میں بھی ہم خاموش رہتے ہیں فغاں کیسی — ہم افشا رازِ عشقِ دلربا ہونے نہیں دیتے
وہ زنداں کی ضیا سے کیوں کریں نہ ہنسکے شرمندہ — فلک پر مہر کو جلوہ نما ہونے نہیں دیتے

ہجومِ یاس و حرماں نے کچھ ایسا گھیر رکھا ہے
محمدؐ کو خیالِ مصطفےٰ ہونے نہیں دیتے

غزل

پوچھتے ہیں عاشقِ بیمار سے
ہو گئی حالت یہ کس آزار سے

کہہ رہے ہیں طالع بیدار سے
ہونگے خوش ہم یار کے دیدار سے

اچھی اے دل یہ ہوائے گل نہیں
دامن اُلجھیگا کسی دن خار سے

پڑ گیا جب ابروئے قاتل میں خم
دم مرا رخصت ہُوا تلوار سے

جس طرف کو تو چلا اے خوش خرام
پس گئے دِل شوخیٔ رفتار سے

اُس مسیحا کا ہر اک بیمار ہے
کون ہے محفوظ اِس آزار سے

وائے حسرت اپنی قسمت میں نہیں
شادکامی لذّتِ دیدار سے

گلرخوں کے عشق میں ہر داغِ دل
کم نہیں ہے لالہ و گلزار سے

ہم تری وحشت سے اے جوشِ جنوں
کیوں نہ سر پھوڑیں در و دیوار سے

باغ بن ہی جائے ویرانہ مگر
خون برسے دیدۂ خونبار سے

ہے کسی کی چشمِ نرگس کا خیال
کیوں محمدؐ رہتے ہو بیمار سے

غزل

ستاؤ گے تم تو ستمگر کہینگے — جو ہے بات سچی نہ کیوں کر کہینگے
اڑا یا ہے کیا صاف پہلو سے دلکو — ہم آنکھوں کو تیری فسونگر کہینگے
نہیں آنکھ میں تیری تل بھر مروّت — یہ اکثر کہا ہے یہ اکثر کہینگے
مچلنے لگا ہے جو محفل میں اُن کی — وُہ کیا تجکو اے قلبِ مضطر کہینگے
سرِ بزم کیوں پوچھتے ہو بگڑ کر — کبھی ہوگا موقع تو مُنہ پر کہینگے
یہ دنیا میں رہنا ہے خاموش ہمکو — جو کہنا ہے وہ روزِ محشر کہینگے
بھلا میرے ہوتے مجال اُنکی کیا ہے — بُرا آپ کو غیر کیوں کر کہینگے
ستا لو جلا لو مگر ہم بھی تُم کو — جفا کار۔ ظالم۔ ستمگر کہینگے

تیری خوش بیانی جنہیں ہے پسند
محمد وُہ تجھ کو سخنور کہینگے

غزل

جب کہ حرم سے جانبِ کوئے بتاں چلے — بولے یہ اہلِ کعبہ کہ حضرت کہاں چلے
اے دستِ شوق بخت نے ناکام ہی رکھا — وُہ برہمی سے آئے تھے دامن کشاں چلے
سینے پہ بیٹھنا ہے تو مُنہ پھیر کر نہ بیٹھ — جب تک ہمارے حلق پہ تیغِ رواں چلے

دیکھا جو اِس طرف نگہ التفات سے
بزمِ طرب سے آپ کی ہم شادماں چلے

دِل آن میں ہزاروں کے پامال کر دیئے
تم دو قدم زمیں پہ مری جاں جہاں چلے

دیکھا جو حالِ زار تو آنے لگی ہنسی
یوں قہر کی گراتے ہوئے بجلیاں چلے

وحشت بھی پوچھتی ہے بیاباں کی راہ میں
جوشِ جنوں میں آج محمد کہاں چلے

غزل

اگر نکلے تو یوں ظالم یہ جانِ پُر الم نکلے
چلے رُک رُک کے خنجر حلق پر تھم تھم کے دم نکلے

ہمیں تنہا نہیں دلدادہ کوئے صنم نکلے
جنابِ شیخ بھی نکلے تو مشتاقِ ارم نکلے

کسے حسن و محبت کی سُنائے داستاں جا کر
جنہیں ہم رحم دِل سمجھا تھا وہ اہلِ ستم نکلے

گیا ہوں لا سطرف جو اُس بُتِ کافر کی اُلفت میں
صنم خانہ سے باہر دیکھنے لاکھوں صنم نکلے

بروزِ امتحاں کوئی نہ آیا کوئے قاتل میں
اگر نکلے تمہارے چاہنے والے تو ہم نکلے

تعلق ایکساں اپنا رہا شیخ و برہمن سے
کبھی ہم تبکدے پہونچے کبھی سوئے حرم نکلے

ہمیں بھی قتل کا پورا مزا آجائے مقتل میں
ہمارے قتل کو نکلے تو شمشیر دُو دم نکلے

مجھے بزمِ عدو میں کر دیا رسوا بُرا کہہ کر
مگر جھوٹے تمہارے مجھ سے سب قول و قسم نکلے

کرے کیا کوئی مشاطہ اُلجھ جانے سے شانہ کے
تمہاری زلف پیچاں کے نہ اب تک پیچ و خم نکلے

نہ ملتا کوئے دشمن کا پتہ ہرگز قیامت تک / ہماری رہنمائی کو ترے نقش و قدم نکلے

لڑکپن کیا گیا بھولی ادائیں بھی ہوئیں رخصت / جواں ہو کر مری جاں تم غضب نکلے ستم نکلے

سراپا آگ ہوں ایسا جلایا آتشِ غم نے / بالآخر خاک ہو جاؤں کسی صورت جو دم نکلے

مزا اس میں ہی ملتا ہے جفا بھی ہو وفا بھی ہو / تمہارے ظلم میں بھی کوئی اندازِ کرم نکلے

فدا ہونے کو پھر مر مر کے زندہ ہوتے جاتے ہیں / شہیدِ ناز ان کے جتنے نکلے تازہ دم نکلے

یقین ہے خاتمہ بالخیر ہو جائے یوں عاصی کا / محمد لب سے گر نامِ محمدؐ مرتے دم نکلے

نعتِ رسول

میں قربان ہوں عرش پہ جانے والے / شرف قابِ قوسین میں پانے والے

تمہیں پر نبوت کا بس خاتمہ ہے / نبیوں میں رتبہ بڑا پانے والے

میں تشنہ دہن ہوں مجھے بھی پلانا / تمہیں آبِ کوثر ہو پلوانے والے

مشرف ہوں دیدار سے کیا عجب ہے / مرادیں دلی سب کی بر لانے والے

شبِ غم مجھے چین دم بھر نہیں ہے / نہیں رحم آتا ہے تڑپانے والے

گنہگار ہوں حشر میں دیکھتے ہیں / ترے آنے والے ترے جانے والے

مری دستگیری قیامت میں کرنا / شفاعت کا تم ہو لقب پانے والے

قیامت میں مجکو نہ تم بھول جانا / ہر اک کی مصیبت میں کام آنیوالے

محمدؐ کو بھی اپنا جلوہ دکھا دو
نہ کملی میں منہ کو چھپا جانے والے

نعت

جو ہیں مصطفٰے تیرا دم بھرنے والے
وہی کام دنیا میں ہیں کرنے والے

گذر جاتے ہیں عشقِ احمد میں پہلے
نہیں راستہ دیکھتے مرنے والے

بلاتا ہے کیوں کفر اپنی طرف کو
نہیں اسطرف پاؤں ہم دھرنیوالے

فدا جان قدموں پہ ہے مصطفٰے کے
نہیں وہ بشر ہم جو ہیں ڈرنیوالے

جب ہی تو ستاتا ہے یہ چرخ نیلی
نہیں نالے دیکھے اثر کرنے والے

ہمارے نہ ہونے اور ہونے سے کیا ہے
ابھی سینکڑوں تم پہ ہیں مرنیوالے

نہیں ہجر احمدؐ میں اب چین اسکو
محمدؐ پہ بھی کر رحم کرنے والے

غزل

جلوہ رخ نے تیرے رنگ دکھائے کتنے
کتنے بے ہوش ہوئے ہوش میں آئے کتنے

لے پری جب رخِ زیبا سے اٹھایا پردہ
اک جھلک نے تری دیوانے بنائے کتنے

عشق کا بارِ امانت نہ فرشتوں سے اُٹھا
ہم ضعیفوں نے ترے ناز اُٹھائے کتنے

آنکھ سے آنکھ جو محفل میں ملائی تو نے
ناوک ناز مرے دل پہ لگائے کتنے

بے بلائے جو کبھی بھول کے آئے مجھ تک
بدگماں مجھ سے ہوئے اپنے پرائے کتنے

لُطف پھر بھی نہ ملا ہجر کے افسانوں میں
دست بستہ اُنہیں رو رو کے سُنائے کتنے

کسقدر شورِ قیامت ہے بپا عالم میں
خوشخرامی نے تری فتنے اُٹھائے کتنے

تمکو اب تک بھی نہیں چاہنے والونکی خبر
در پہ بیٹھے ہیں ترے آس لگائے کتنے

مِٹ گئے نقش کفِ پا کی طرح ہم لیکن
ان حسینوں کے مگر ناز اُٹھائے کتنے

کارسازی تو ذرا شانِ خدا کی دیکھو
غیر کے بگڑے ہوئے کام بنائے کتنے

یہ سمجھنا نہیں آسان محمدؔ اپنا
مرتبے حق نے محمدؐ کے بڑھائے کتنے

کب ہے احمدؐ سا خوبرو کوئی
دیکھ لے جا کے چار سُو کوئی

عشقِ احمدؐ کا مانگ لوں بادہ
دل کا بھر دے اگر سبو کوئی

رنج ہوتا ہے کس قدر دل کو
لے اگر نام بے وضو کوئی

آلِ احمدؐ کا حوصلہ یہ تھا
کیا بہائے گا یوں لہو کوئی

سِل سکے گا نہ چاک دامن کا
لاکھ کرتا رہے رفو کوئی

ایک میں ہوں یا ہے خدا میرا　　اور آئے نہ رُو بر و کوئی
حُسنِ احمد سے پھر ملاؤں میں　　لائے یوسف کو رُو برو کوئی
مے کشی اوک ہی سے کر لیں رند　　جب ملے جام نہ سُبو کوئی
جامِ وحدت ملے تو کافی ہے　　رہے دل میں نہ جستجو کوئی

گر محمدؐ مدینہ جا پہنچے
رہے باقی نہ آرزو کوئی

جو پہلو میں بیٹھے خفا ہو کے اُٹھے　　وہ کیا بن کے بیٹھے تھے کیا ہو کے اُٹھے
تری زلف سے بڑھ گئی وہ محبت　　ہم آخر اسیرِ بلا ہو کے اُٹھے
گدا بن کے بیٹھے تھے اے شاہِ خوباں　　ترے در سے ہم بادشاہ ہو کے اُٹھے
غضب اُن کا آنا تھا، جانا قیامت　　ستم بن کے بیٹھے خفا ہو کے اُٹھے
جو برہم مزاج اُن کا محفل میں پایا　　عدو زندگی سے خفا ہو کے اُٹھے
تسلی کو بیمارِ اُلفت کی ظالم　　ترے ہاتھ دستِ دُعا ہو کے اُٹھے

جو بزمِ حسیناں میں بیٹھے محمدؐ
تو اُس شوخ پر ہم فدا ہو کے اُٹھے

غزل

جو قرآن میں ہے فسانہ ترا ہے　　زمانہ کا تُو ہے زمانہ ترا ہے

نہیں بھید کھلتا کسی پر کہ کیا ہے — یہ دُنیا غضب کارخانہ ترا ہے
فرشتوں کا رہتا ہے ہر وقت پہرہ — جہاں اے نبیؐ آستانہ ترا ہے
حکومت ہے کونین میں مصطفےٰؐ کی — فقط میں نہیں کل زمانہ ترا ہے
خدا نے کیا گنج مخفی کا مالک — کبھی کم نہ ہو وہ خزانہ ترا ہے
ترے واسطے دونوں عالم بنائے — یہ دنیا کا سب کارخانہ ترا ہے
یہ فرش زمیں تیری خاطر نہیں ہے — ہر اک آسماں شامیانہ ترا ہے

چلی آتی ہے خلق سُننے محمدؐ
خدا جانے کیسا فسانہ ترا ہے

لڑنے عباسؑ سے آئے کوئی ہمت کیا ہے — سارے کوفہ کی میں دیکھوں گا شجاعت کیا ہے
ایک بھی فوجِ شقی سے نہ دبا میداں میں — تھا فرشتوں کی زباں پر کہ شجاعت کیا ہے
ہائے سادات کو گھر اپنے بُلا کر مارا — شمر سمجھا نہیں دل میں کہ مروت کیا ہے
سر کو شبیرؑ نے سجدے میں قلم کرا لیا — سامنے اِن کے فرشتوں کی عبادت کیا ہے
فوجِ شبیرؑ شجاعت میں جری ہے بیحد — لشکرِ شمر کو اس بات کی حیرت کیا ہے
تیغِ عباسؑ نے جوہر جو دکھائے بڑھکر — لشکرِ شام بھی سمجھا کہ شجاعت کیا ہے
جب شقی بھاگے تو شبیرؑ نے قاسمؑ سے کہا — دیکھئے لشکرِ کفار کی حالت کیا ہے

عرش پر جاتے ہیں دیدارِ خدا کی خاطر　　حق پہ جو مرتے ہیں اُن کے لئے جنّت کیا ہے

دل میں مضمون محمدؐ کے چلے آتے ہیں
ایک بہتا ہوا دریا ہے طبیعت کیا ہے

جو ہم نے حُسنِ بُتِ خود نما کو دیکھا ہے　　بجا ہے کہنا کہ شانِ خدا کو دیکھا ہے
کسی کی تاب نہیں ہے جو اُسکو دیکھ سکے　　مری نگاہ نے جس دل رُبا کو دیکھا ہے
بنی ہے دمیہ گلا زیرِ تیغ ہے اپنا　　خفا جو اُس بُتِ قاتل ادا کو دیکھا ہے
گلی میں یار کی جس دم ہوا ہے اپنا گذر　　تو سَر پہ کھیلتے ہم نے قضا کو دیکھا ہے
نہ دیکھا حُور میں اندازِ دلبری ایسا　　نگاہِ شوق نے جس مہ لقا کو دیکھا ہے
بتوں کے حُسن سے چلتا ہی کچھ پتہ زاہد　　بتاؤ آنکھ سے کس نے خُدا کو دیکھا ہے

محمدؐ اُس کو جہنم جلا نہیں سکتا
کہ جس کی آنکھ نے خیر الوریٰ کو دیکھا ہے

حسینوں کی تعریف کیوں چار سُو ہے　　جدھر جائیے بس یہی گفتگو ہے
بڑا بدزباں اور بدخو عدو ہے　　مگر چپ کھڑا آپ کے رُوبرو ہے
بڑا بیوفائی کا ہے عیب تجھ میں　　اگرچہ بہت خوش ادا ماہرو ہے
جسے دستِ رنگیں سے تو پان دیدے　　وہی انجمن میں تری سُرخرو ہے

حسیں پھول ہیں باغِ خوبی کے ایسے	کہ جن میں صدا بیوفائی کی بُو ہے
ہر اک حال روشن ہے دلبر تمہارے	کہوں کیا مرے دل میں جو آرزو ہے
جگہ دامنِ دلربا میں نہ پائی	ملی خاک میں اشک کی آبرو ہے
بظاہر وہ انکار کرتے ہیں منہ سے	مگر عاشقوں کی اُنہیں جستجُو ہے

محمدؔ کو غافل نہ جانو کسی وقت
وہ رکھتا ہمیشہ نظر چار سُو ہے

مری عشقِ محمدؐ میں جو جاں تن سے نکلتی ہے	قضا بھی دیکھکر حالت کفِ افسوس ملتی ہے
خدا خود میرِ ساماں ہے ہر اک کو رزق دیتا ہے	زمیں پر جس قدر مخلوق ہے دِن رات پلتی ہے
مجھے بھی باریابی ہو میسّر تیری محفل میں	جہاں یکساں فقیر و شاہ کی حسرت نکلتی ہے
برستا ہے ترا ابرِ کرم جس وقت کھُل کھُل کر	تو ہر نخلِ تمنّا کی یہاں ہر شاخ پھلتی ہے
نہیں گر زلفِ احمدؐ کی طلب تو پھر بتا زاہد	یہ بوئے گل چمن میں ڈھونڈھنے کسکو نکلتی ہے
بیاں کرتا ہوں میں اوصاف ابروئے محمدؐ کے	گلے پر منکرِ اسلام کے تلوار چلتی ہے
تمہاری ترش رُوئی سے ملالِ دل نہیں ہوتا	جہاں زیادہ محبّت ہو وہاں دن رات چلتی ہے
ہزاروں کام انساں کے بگڑ جاتے ہیں بن بن کر	کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب قسمت بدلتی ہے
محمدؔ کی طبیعت ہجر کے صدموں سے مضطر ہے	نہیں رُکتی ہے روکے سے سنبھالے سے سنبھلتی ہے

غزل

مری چشمِ تر خونفشاں ہو رہی ہے — جو ندّی تھی بحرِ رواں ہو رہی ہے
خوشی سے جو تم بعدِ مدت ملے ہو — طبیعت مری شادماں ہو رہی ہے
مرے خرمنِ دل کا حافظ خدا ہے — نظر اُن کی برقِ تپاں ہو رہی ہے
خدایا یہ کس کی ہے رودادِ اُلفت — زمانے میں اِک داستاں ہو رہی ہے
اِشارے عدو سے سرِ بزم کیوں ہیں — یہ مخلوق کیوں بدگماں ہو رہی ہے
تعلق لذتِ دید کا ہم کو یوں ہے — نصیبِ دلِ دشمناں ہو رہی ہے

یہ نکلے زباں سے محمدؔ کی کیسے
تری ہر ادا دلستاں ہو رہی ہے

جس جگہ دنیا میں حضرت کی ثنا خوانی ہوئی — خود بخود شیطان کو سُن کر پریشانی ہوئی
غیرتِ حق کو ہوئی تحریک حسُن و عشق کی — پاک دامانی سے پیدا شکل نورانی ہوئی
ڈوبتی کشتی بچائی نار کو گلشن کیا — آپ کے قدموں سے ہر مشکل میں آسانی ہوئی
کفر سے اسلام میں سارے عرب کو کر دیا — مرحبا کیا خوب ظاہر شانِ رحمانی ہوئی
چھوڑ کر وہ کفر کو اسلام میں داخل ہوا — عالمِ امکاں میں جس پر کیفِ ربّانی ہوئی
کیا گنہگاروں کا رُتبہ ہے خدا کی شان ہے — اُمتِ عاصی پہ احمدؔ کی نگہبانی ہوئی
اُس کا درجہ مصطفٰے شاہوں سے بڑھکر ہو گیا — تیرے دروازہ کی حاصل جس کو دربانی ہوئی

جس قدر بُت تھے محمدؐ بتکدہ میں گر پڑے
دیکھ کر شانِ محمدؐ سب کو حیرانی ہوئی

مسدس

دل کو فدائے حسنِ شہِ ہاشمی کروں
جب تک رہوں میں زندہ نہ اس میں کمی کروں
خوبانِ دہر سے نہ محبت کبھی کروں
اللہ کے رسول سے دل بستگی کروں
اجرِ عظیم جس میں ہو حاصل وہی کروں
تم سب پڑھو دُرود میں نعتِ نبی کروں

کب جانتا ہے کوئی جو شانِ رسول ہے
خلدِ بریں سے بڑھ کے مکانِ رسول ہے
اللہ خود ہی مدح خوانِ رسول ہے
حور و ملک کے لب پہ بیانِ رسول ہے
عشاقِ مصطفےٰ کی بدل پیروی کروں
تم سب پڑھو دُرود میں نعتِ نبی کروں

جائے ادب ہے بزم میں آئینگے مصطفےٰ
اپنا جمالِ پاک دکھائیں گے مصطفےٰ
داغِ الم کو دل سے مٹائیں گے مصطفےٰ
بخشش کا سب کو مژدہ سنائینگے مصطفےٰ
کیوں کر نہ خواہش کرمِ ایزدی کروں
تم سب پڑھو دُرود میں نعتِ نبی کروں

رہتا ہوں صبح و شام نبیؐ کے خیال میں کرتا ہوں یاد آپ کو ہر ایک حال میں
لیتے ہیں وہ خبر میری رنج و ملال میں دیوانے ہیں رہیں جو خیالِ محال میں
میں وہ نہیں کہ فکر کوئی دوسری کروں
تم سب پڑھو درود میں نعتِ نبی کروں

عالم میں جو فدائے رسالت مآب ہے اُس کے لئے کُھلا ہوا رحمت کا باب ہے
فردوس اُس کے واسطے روزِ حساب ہے موجود مُنکرانِ نبیؐ پر عذاب ہے
جب میں بیان وصفِ شہِ ہاشمی کروں
تم سب پڑھو درُود میں نعتِ نبی کروں

واقف جہاں ہے واصفِ خیر الوریٰ ہوں میں اِک اِک عطا و لطف پہ اُن کی فدا ہوں میں
تعظیم جس کی شاہ کریں وہ گدا ہوں میں جو لطف عشقِ پاک میں ہے جانتا ہوں میں
جو کام ہو نجات کا باعث، وہی کروں
تم سب پڑھو درود میں نعتِ نبی کروں

سلطانِ دو جہاں کا محمد ہوں میں غلام آگاہ مرتبے سے مرے سب ہیں خاص و عام
شاہانِ دہر کو ہے مرا دُور سے سلام لطفِ رسولِ پاک سے رہتا ہوں شاد کام
دِلشاد ہوں نہ کس طرح ظاہر خوشی کروں تم سب پڑھو درود میں نعتِ نبی کروں

مسدّس

یارسولِ عربی آپ کا شیدا ہوں میں ہر گھڑی آپ کی فرقت میں تڑپتا ہوں میں
بہرِ رویت ہمہ تن چشمِ تمنّا ہوں میں نگہِ لطف و عنایت کا بھی جویا ہوں میں
آپ کے روضہ پہ آنے کی جو صورت نکلے
پورا ارمان ہو دل کا مری حسرت نکلے

تم ہو محبوبِ خدا و ندِ جہاں شاہِ اُمم حال پہ اُمّتِ عاصی کے ہے رحمت ہر دم
وہ ادائیں ہیں تمہاری وہ ہے اندازِ کرم جس پہ سو جان سے قربان رہا کرتے ہیں ہم
اللہ اللہ وہ شہنشاہِ رسالت تم ہو
انبیا نجم ہیں اور ماہِ رسالت تم ہو

جلوۂ حسنِ خداداد دکھا دو مولیٰ صورتِ آئینہ حیران بنا دو مولیٰ
ساغرِ شربتِ دیدار پلا دو مولیٰ تشنگی اب دلِ سوزاں کی بجھا دو مولیٰ
گُلِ اُمید سے دامن کو شہِ دیں بھر دو
بہرِ خالق یہ تمنا میری پوری کر دو

ساری امت ہے پریشان نہایت حضرت نظر آتے ہیں گرفتارِ مصیبت حضرت
دشمنِ دین ہیں سرگرمِ عداوت حضرت ظلم سے اُن کے نہیں ملتی ہے فرصت حضرت

لیجئے جلد خبر مائلِ افغاں ہیں ہم
یا نبیؐ آپ سے امداد کے خواہاں ہیں ہم

اپنے در پہ ہی طلب کیجئے محبوبِ خدا — پائے تسکین تو کچھ بھی دلِ مضطر میرا
روضۂ پاک پہ پہنچوں میں شہنشاہِ ہدا — جیتے جی کاش یہ ہو جائے ارادہ پورا

آپ دکھلادیں جمال اپنا حبیبِ یزداں
رُخِ پُر نور پہ ہو جائے محمد قرباں

مخمس بر غزل حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ

اُس قاتلِ دوراں پر مرتے ہیں جو بیچارے — آرام تو پاتے نہیں رہتے ہیں وہ دُکھیارے
منہ تکتے ہیں حیرت سے اربابِ نظر سارے — آمادۂ قتلِ من آں شوخ ستمگارے
ایں طرفہ تماشا بیں ناکردہ گنہ گارے

تُو لے نہ خبر جس کی کیونکر رہے وہ خُرّم — رہتے ہیں جُدائی میں اک دل کو مرے سَو غم
سینے میں جگر مضطر لب پر ہے فغاں ہر دم — اے عیسیٰ بیماراں در ہجرِ تو رنجورم
شاید نہ خبر دارے از حالتِ بیمارے

ظالم تری صورت پر عشّاق جو ہیں شیدا — چاہے انہیں تسکیں دے چاہے تو انہیں تڑپا
راضی برضا سب ہیں کوئی نہیں کچھ کہتا — خواہی کہ شفا باشد بیمارِ محبت را

یک جُرعہ خدارا دے از شربتِ دیدارے

کیا تجھسے کہوں دِل کا اب حال ہے جو قاصد لے جانے کو اب نامہ تیار تو ہو قاصد
وحشت سے مری اپنے اب ہوش نہ کھو قاصد گرنام و نشانِ من پُرسند بگو قاصد

آوارۂ مجنونِ رسوا سرِ بازارے

خوبانِ زمانہ کی اُلفت میں ہوا میں بد افسوس مرے دل کا دل ہی میں رہا مقصد
اس دل کو محمدؐ ہیں اب یاس و الم بیحد از کوچۂ معشوقاں چوں بانگِ مزید آمد

سربکف و جاں برلب دلدادۂ عیارے

ہر وقت شبِ غم میں بڑھتی ہے سوا اُلجھن خود میری محبت بھی کرتی ہے مجھے بدظن
ہے صاف محمدؐ کا یہ قول بڑا احسن از لذتِ دیدارش خسرو چہ طمع گفتن

جاں دادن و سر دادن نادیدہ رُخ یارے

ترانۂ نعتیہ

گلفام مدینے والے خوش کام مدینے والے

ختم ہوئی ہے تجھ پہ رسالت تیری سب سے بڑی سخاوت دے مجھکو بھی بہرِ عنایت اک جام مدینے والے
تیرا کام ہے سب سے نرالا تیرا رتبہ ہر اک سے بالا ہو محو نہ میرے دل سے خدارا یہ نام مدینے والے

تمنے کفر کو آ کے مٹایا تمنے دین کا ڈنکہ بجایا رُتبہ بڑا یہ تم نے پایا اسلام مدینے والے

کیوں نام نہ لوں میں تمہارا ہے دلکو یہ سب سے پیارا ہو لب پہ سحر سے خدارا تا شام مدینے والے

جب تو نے نبوت پائی ہر بت پہ مصیبت آئی وہ کفر پہ ہیبت چھائی ہے نام مدینے والے

ہو خاص خدا کے پیارے اور آمنہ کے ہو دُلارے اب ہاتھ میں ہے یہ تمہارے انجام مدینے والے

لے نام محمدؐ کس کا ہمنام ہوا ہے جس کا

کر کام نہ اتنا اُسکا ہے نام مدینے والے

ٹھمری نعتیہ

توری پیت میں پیارے شاہِ زمن مورا چین گیا موری نیند گئی

نہیں چین گھڑی بھر کبھو سجن مورا چین گیا موری نیند گئی

مرے سپنے میں اک دن آؤ نبی ذرا مُکھڑا تم اپنا دکھاؤ نبی

دن رات بہت گزرت ہیں کٹھن مورا چین گیا موری نیند گئی

ترے ہجر سے سینہ میں داغ پڑے کیا عرض کروں صدمے ہیں بڑے

نہیں بھادت ہے مجھے سیرِ چمن مورا چین گیا موری نیند گئی

نہیں ہجر میں راحت پادت ہوں نین سے نیرؔ بہادت ہوں

لو جلد خبر یا شاہِ زمن مورا چین گیا موری نیند گئی

آرام تُنک نہیں آوت ہے   مو ہے عشق کی آگ جلاوت ہے
تن من میں غضب کی ہے آہ جلن   مورا چین گیا موری نیند گئی

بے تاب جگر بے کل ہے ہیا   تدری دید کو مورا ترسے جیا
کروں کون اُپائے دُلارے سجن   مورا چین گیا موری نیند گئی

کوئی سوچ محمد ایسا کروں   جو اپنے پیارے نبی سے ملوں
قسمت میں لکھا ہے رنج و محن   مورا چین گیا موری نیند گئی

غزل

حُسن کا جلوہ کچھ ایسا آج رخساروں میں ہے   جس کو بھی دیکھو وہی تیرے طلبگاروں میں ہے
اے ستم ایجاد جو تیرے طلبگاروں میں ہے   مستحق ہے وہ سزا کا وہ خطا کاروں میں ہے
ہو نہیں سکتا مسیحا سے بھی کچھ اس کا علاج   جو مریضِ عشق ظالم تیرے بیماروں میں ہے
کر دیا پامال سب دورِ خزاں نے حیف ہے   وہ بہار اب میکدوں میں ہے نہ گلزاروں میں ہے
جو ترے انداز ہیں سب جانفزا ہیں دلرُبا   ہے وہ خوش قسمت جو تیرے نازبرداروں میں ہے
میکدہ ساقی سجاتا ہے بڑے انداز سے   حضرتِ زاہد کی دعوت آج میخواروں میں ہے
دوستو ہے اپنی نادانی کا جس کو اعتراف   ہم سمجھتے ہیں وہی انسان ہُشیاروں میں ہے
تیرا ہمسر کون ہے باغِ جہاں میں رشکِ گُل   محفلوں میں تیرا چرچا دُھوم گلزاروں میں ہے

آسرا مجھکو محمدؐ ہے خدا کی ذات کا

کون مونس ہے کسی کا کون غمخوار دنیں ہے

غزل

کس کا جلوہ یا الٰہی جلوہ گر آنکھوں میں ہے
نور اک پھیلا ہوا آٹھوں پہر آنکھوں میں ہے

کب سفیدی اور سیاہی کا اثر آنکھوں میں ہے
تیری قدرت کا سماں شام و سحر آنکھوں میں ہے

جس طرف میں دیکھتا ہوں کوندتی ہیں بجلیاں
کیا کہوں میں کون ہے کس کا گزر آنکھوں میں ہے

آفتابِ حشر نظروں میں جچے گا کس طرح
آسمانِ حسنِ دلکش کا قمر آنکھوں میں ہے

جلد اُس بیدادگر سے حال کہدے نزع کا
دیکھ لے اب دم مرا اے نامہ بر آنکھوں میں ہے

عشقِ دنداں میں بہت رویا ہوں میں دل کھول کر
آنسوؤں کا کب یہ قطرہ ہے گہر آنکھوں میں ہے

دیدۂ تر ہیں مرے لختِ جگر سمجھے ہو تم
کوئی بیدا نخل الفت کا ثمر آنکھوں میں ہے

اے خیالِ یار آیا ہے ٹھہر جا دم تو لے
اب نہ جا ہرگز نکل کر تیرا گھر آنکھوں میں ہے

اے محمدؐ جس کی عظمت کے مَلک ہیں مُعترف
جلوہ گر وہ سیدِ جن و بشر آنکھوں میں ہے

چلو چمن میں کہ موسم رہے رہے نہ رہے
وفورِ گُل کا یہ عالم رہے رہے نہ رہے

لحد پہ کھول کے بالوں کو تم تو آ بیٹھو
شہیدِ ناز کا ماتم رہے رہے نہ رہے

ہمارے دل میں غنیمت ہے درد کا رہنا
کوئی اب ایسا بھی ہمدم رہے رہے نہ رہے

وہ کہتے ہیں کہ ستم کرتے ہی رہینگے ہم — خوش آپ کا دلِ پُرغم رہے رہے نہ رہے
ہزاروں عیش جوانی کے ساتھ ساتھ گئے — بھروسا کیا ترا ایدم رہے رہے نہ رہے
نقاب رخ سے اُٹھاؤ تو دیکھ لوں صُورت — کہ پھر شباب کا عالم رہے رہے نہ رہے

رقیب کو ہی محمدؔ لبھائیں کوچہ میں
گلی میں اُن کی اگر ہم رہے رہے نہ رہے

بہرِ دنیا دار دولت اور ہے — فقر کی دُنیا میں عظمت اور ہے
میرے مر مٹنے سے تیرے حُسن کی — مہرِ عالمتاب شُہرت اور ہے
ہاتھ بہرِ فاتحہ اُٹھے نہ تھے — چل دیئے یہ کہکے تُربت اور ہے
کیا گُلِ عارض سے تیرے مل سکیں — باغ میں پھولوں کی رنگت اور ہے
محفلِ جاناں میں جو ہوں باریاب — اُن کی اِس دُنیا میں قسمت اور ہے
دیکھتے ہی چل بسا بیمارِ غم — دِل میں وہ سمجھے حقیقت اور ہے
وقتِ نزع کیا بتاؤں آپ کو — میرے دل میں ایک حسرت اور ہے
لے چلا ہے کوئے قاتل کی طرف — دل میں اک شوقِ شہادت اور ہے

ہوں محمدؔ اور بھی نوابؔ ہوں
میرے آقا کی حقیقت اور ہے

اے کارسازِ عالم دونوں جہاں میں تو ہے — کون و مکاں ہے تیرا اور لامکاں میں تو ہے
سب شیخ و برہمن کو معلوم ہے حقیقت — کعبہ میں نور تیرا حُسنِ بُتاں میں تو ہے
یوں گلشنِ جہاں کی رونق پہ ہیں فضائیں — شاخ و شجر میں تو ہے ہر گلستاں میں تو ہے
کیوں طائرِ تخیّل اُڑتا ہے جستجو میں — آئے جو نہ کسی کے وہم و گماں میں تو ہے
جو ظاہری ہے جلوہ چھپتا نہیں نظر میں — جب دیکھتا ہوں تجھکو رازِ نہاں میں تو ہے
باغِ جہاں میں تیری رنگینیاں ہیں گُل میں — خورشید بنکے روشن ہر آسماں میں تو ہے

محتاج کیوں کسی کا یارب ہو یہ محمدؔ
سچّا انیس ہمدم اُس کا جہاں میں تو ہے

دید اُن کی سحر و شام ہوئی جاتی ہے — زندگی اپنی بہ آرام ہوئی جاتی ہے
طبعِ زاہد بھی مے آشام ہوئی جاتی ہے — کتنی دلکش کششِ جام ہوئی جاتی ہے
اُلفتِ زُلفِ سیہ فام ہوئی جاتی ہے — ہر سحر میرے لئے شام ہوئی جاتی ہے
لڑتی رہتی ہے سرِ بزم نظر بازوں سے — چشمِ پُرفن تری بدنام ہوئی جاتی ہے
دل میں جس وقت خیال آتا ہے ڈر جاتے ہیں — اک بلا زُلفِ سیہ فام ہوئی جاتی ہے
غمِ محبوب کو اللہ سلامت رکھے — زندگی ختم بہ آرام ہوئی جاتی ہے
آ چلے ہیں وہ مرے ڈھنگ پہ اللہ اللہ — رخصت اب گردشِ ایام ہوئی جاتی ہے

میرے پہلو سے وہ خورشید لقا جاتا ہے | تیرگی گھر میں سرِ شام ہوئی جاتی ہے

رُخ سے پردے کو سرِ بزم اُٹھایا تم نے | خاص جو بات تھی وہ عام ہوئی جاتی ہے

گالی ہر بات پہ دیتے ہیں بُری ہو یا بھلی | کس قدر عادتِ دُشنام ہوئی جاتی ہے

وصل کی رات محمدؔ ہے کٹے گی پل میں
اِس لئے صبح سرِ شام ہوئی جاتی ہے

قصیدہ در تہنیت شادی خانہ آبادی خانِ نامدار حضور نواب غلام معین الدین خان بہادر والئے مانا و دردام ملکہٗ

خُدا رکھے عجب انداز میں ہے جشنِ سلطانی | یہ ہے جمشید کی محفل کہ ہے بزمِ سُلیمانی

ہوئی کچھ اور بھی اِمسال شادی کی مُسرت سے | مُعین الدین خاں کی عمر دولت میں فراوانی

یہی نواب وہ ہے جس کی شُہرت ہے زمانے میں | نہیں انصاف میں اور عدل میں جس کا کوئی ثانی

دُعا دن رات انکے واسطے دِل سے نکلتی ہے | خدا دے عمر اور اِقبال میں ان کے درخشانی

ہمیشہ مدح اُنکی ہے شعارِ خادمِ دیریں | زباں رہتی ہے اسکی روز و شب صرفِ ثناخوانی

مگر حاسد سمجھتے ہیں کہ ہے اسمیں غرض کوئی | نہیں کوئی غرض اپنی نہ دعوائے زباندانی

کمی کس بات کی ہے لُطف سے سرکارِ والا کے | جو سر پہ خادموں کے ہے ہمیشہ ظلِّ سُلطانی

عقیدت جب دِماغ و ذہن کو مجبور کرتی ہے | نِکل آتا ہے مضموں دِل سے کچھ بہرِ سُخندانی

محمد حسین ہمتو اس دربار کے ادنیٰ سے خادم ہیں
صِلہ مِلنے کی خواہش ہے نہ ہے زُعمِ ہمہ دانی

مربع

خورشید چمکتا ہے یا نور کا مَخرج ہے — یا مِہر کی صورت میں محبوب کی سَج دَھج ہے
کیوں سچ نہ کہیں تم سے اس جھوٹ میں لالچ ہے — کیوں آنکھ جھپکتی ہے کیا سامنے سورج ہے

بے ہوش ہوا ایسا اب ہوش نہیں تن کا — گر سوچتا ہوں دل میں کچھ بھید نہیں کھلتا
کس کے رُخِ روشن کا بے پردہ ہوا جلوہ — کیوں آنکھ جھپکتی ہے کیا سامنے سورج ہے

اُس کے رُخِ زیبا سے جس وقت نقاب اُٹھی — غش آگیا دیکھے سے کوند گئی بجلی سی
پھر فکر کیا دل میں سوجھی بھی تو یہ سُوجھی — کیوں آنکھ جھپکتی ہے کیا سامنے سورج ہے

دیدار کے ارماں میں جب جانبِ طور آئے — غش آگیا دیکھے سے وہ جلوے نظر آئے
موسیٰ کی طرح ہم بھی دل میں نہ ذرا سمجھے — کیوں آنکھ جھپکتی ہے کیا سامنے سورج ہے

تقدیر سے موقع یہ دیدار کا ہاتھ آیا		تم دیکھ لو جی بھر کے جلوہ رُخِ روشن کا

اب ہوشِ محمدیہ کھو دنیا نہیں اچھا		کیوں آنکھ جھپکتی ہے کیا سامنے سورج ہے

مثلث

دیکھے جلوے جہاں حسن یار کے		نکلے ارماں دلِ بے قرار کے

کیوں نہ قربان دل سے نگار کے

کیوں نہ سب سے کہیں ہم پکار کے		نخلِ قامت میں پھل ہیں بہار کے

یوں وہ چلتے ہیں سینہ ابھار کے

ہمکو حاصل بھی ہرگز حضوری نہو		دل کی امید کوئی بھی پوری نہ ہو

غیر لوٹیں مزے وصلِ یار کے

اہلِ دانش کو قبضہ میں لائینگے ہم		اس کے پھندیں دلکو پھنسائینگے ہم

وہ یہ کہتے ہیں زلفیں سنوار کے

جوش دل میں محبت کا پیدا ہوا		جس نے دیکھا دل و جاں سے شیدا ہوا

کیا ہی کہنے ہیں حسنِ نگار کے

دیکھا جس کو حسیں اس پہ مرنے لگا		سانس ٹھنڈے بری طرح بھرنے لگا

طور بد ہیں دلِ بے قرار کے

اچھی صورت پہ اتنے اکڑتے ہو کیوں وقتِ اظہارِ الفت بگڑتے ہو کیوں
ہم بھی بندے ہیں پروردگار کے

جو ہے حاصل مزہ کیا وہ تم سے کہیں دے محمد محبت کے بدلے ہمیں
بوسے ملتے ہیں رخسارِ یار کے

نعت

ماہِ عطا تو ہی تو ہے مہرِ سخا تو ہی تو ہے
نجمِ ہدا تو ہی تو ہے نورِ خدا تو ہی تو ہے

قرآں میں ہے جس کا بیاں مصحف سے نورِ حق عیاں
کفر کا نہ باقی رکھا نشاں وہ مہ لقا تو ہی تو ہے

تو نے کیا شق القمر باہم یکجا کئے شجر
دم بھرتے ہیں جس کا حجر معجز نما تو ہی تو ہے

ہیں تجھ سے روشن دو جہاں کوئی ہوا تجھ سے کہاں
اے باعثِ کون و مکاں شانِ خدا تو ہی تو ہے

جب دم سے عیسیٰ گیا چوتھے فلک پر حکم ہوا
بے پردہ جا حق سے ملا وہ دل ربا تو ہی تو ہے

خادمِ محمدؔ ہے تیرا — اے شافع ہر دو سرا
بیڑا میرا پار لگا — مشکلکشا تو ہی تو ہے

قصیدہ در شانِ والاشان خانِ خاناں نواب غلام معین الدین خان بہادر والئی مانا وَدر دام ملکہ

معین الدین خاں ایسے قمر ہیں — ریاست کے فلک پر جلوہ گر ہیں
ہیں فتح دین خاں کے نور دیدہ — نہالِ فاطمہؓ کے خوش ثمر ہیں
جواں بخت و جواں ہمت جواں سال — بلند اقبال فرخندہ سیَر ہیں
انہیں کے دم سے روشن ہے ریاست — یہی تو والئے مانا بدر ہیں
خیال اپنی رعایا کا بہت ہے — اسکی فکر میں شام و سحر ہیں
معین الدین خاں نواب صاحب — نہایت عدل گستر دادگر ہیں
جو اہلِ علم ہیں کرتے ہیں عزت — شرف افزائے اربابِ ہنر ہیں
بڑی ہے غم زدوں پر مہربانی — غریب اور بیکسونکے چارہ گر ہیں
جو تارے والیانِ ملک ہیں سب — یہ انہیں ضوفشاں مثلِ قمر ہیں
رہے سرسبز گلزارِ ریاست — کہ جس کے تخت پر یہ جلوہ گر ہیں

نامدار نواب شیخ محمد جہانگیر میاں صدیقی بہادر
والی ریاست مانگرول دام ملکہ

مدرسہ کھول دیا ایسا یتیموں کے لئے
جس میں آسائش و راحت کا ملے سب ساماں

شہزادوں کو ولایت میں روانہ کر کے
اعلیٰ دلوائی ہے تعلیم کہ جو تھی شایاں

آپکے دلکو نہ کیوں مہر کا مخزن کہیئے
آپکا سینہ ہے گنجینۂ جود و احساں

لب کشائی میں ہے اندازِ مسیحائی کا
گفتگو آپ کی مُسلم کے ہے دِل کا درماں

تشنہ کام آتا نہیں کوئی ریاست میں نظر
آپ کی ذات سے دریائے سخاوت ہے رواں

شہر منگرول ہے معمور ہر اک برکت سے
کشتِ امید ہے سرسبز رعایا شاداں

آپ کے عہد میں مُضمر ہے صحابہ کا ڈھنگ
حسنِ تدبیر میں اسلام کی ہے شاں عیاں

فاتح ملک زمانے میں ہوئے ہیں بے حد
آپ ہیں فاتحِ دلہائے ہمہ اہلِ جہاں

آپ کی چشمِ عنایت سے جہانگیرِ زمن
شاد رہتے ہیں ریاست کے سب ہی پیر و جواں

گرچہ ناچیز ہوں۔ ہوں آپکا اخواں لیکن
مجھ پہ بھی لطف و کرم ہو ترا شاہِ ذیشاں

باغِ عالم میں ترے فیض سے شادابی ہے
گلِ امید سے بھر دیجئے میرا ارماں

آپکی عمر بڑھے دولت و اقبال بڑھے
شاملِ حال رہے فضلِ خداوندِ جہاں

مرتبہ چرخِ چہارم پہ ترا جا پہنچے
تیرے اقبال کا خورشید رہے نور افشاں

تیری عظمت کی ہر اک دلمیں حکومت ہو جائے
مالک الملک کرے پورے یہ دلکے ارماں

اپنے خالق سے محمد یہ دعا کرتا ہوں
خرم و شاد ہوں نواب جہانگیر میاں

قصیدہ در شانِ نامدار حضور نواب غلام معین الدین خاں بہادر دلیٔ ریاست نانا ودر دام ملکہ"

فخرِ آسمانِ عزّو حشم — آفتابِ سپہرِ لطف و کرم !!
صاحبِ نیک نام خوش اقبال — صاحبِ علم و فضل جاہ و جلال
کون ہے آپ سے برتر — شاہِ والاحشم گدا پرور
آپ کا نام ہے معین الدین — خلق میں آپ کی نظیر نہیں
آپ سا قدر دانِ علم وہنر — نہیں نواب کوئی نامور
شوق ہے علم کی اشاعت کا — تاکہ ہو عہد خیر وبرکت کا
علم پھیلے نشانِ جہل مٹے — کوئی بے بہرہ علم سے نہ رہے
ذاتِ عالی ہے رحمتِ باری — چشمۂ فیض جس سے ہے جاری
جو کہ والد ہیں ان کنیزوں کے — آپ کے ادنیٰ خادموں میں سے
ایک تو فخرِ رشتہ داری بھی — دوسرے مشہور جاں نثاری بھی
آپ کی اُن پہ ہے نگاہ کرم — انہیں کی دونوں دختر ہیں ہم
کریں تحصیل علم ہے ارماں — چاہتی ہیں کہ اس کا ہو ساماں
آپ اگر چشمِ مہر فرمائیں — یہ کنیزیں مرادِ دل پائیں

یعنی گر ہوں وظائف عطا — پھر تو ہو جائے مُدّعا پُورا
آج آپ سے یہ مُدّعا ملے — مثلِ غُنچہ دِل ہمارا کِھلے
آپ کے جُود اور سخاوت کی — عدل کی لُطف کی عنایت کی
دُھوم ہر سمت ہے زمانے میں — اپنے بیگانے اور یگانے میں
اِک نمک خوار کی ہیں دُختر ہم — نہ ہوں فیضیاب کیا ہے ستم
بہرِ تعلیم جو وظیفہ پائیں — سینے کو نُورِ علم سے چمکائیں
علم ایک بے نظیر دَولت ہے — ہو جو حاصل بڑی سعادت ہے
ہو وظیفہ کی جلد منظوری — کیجئے آرزوئے دِل پوری
ہوئے تحصیلِ علم کا آغاز — دین و دنیا میں ہو سوا اعزاز
لذّتِ جنسِ علم لیتی رہیں — آپ کو ہم دعائیں دیتی رہیں
رہے تاباں حضور کا اقبال — اخترِ بخت ہو قمر تمثال

ہم کنیزوں کی ہو دُعا یہ قبُول
بہرِ اصحاب و بہرِ آلِ رسولؐ

ولہ

اَے معین الدین خاں فرّخ سیر — ماہِ طلعت والئے ٹانا بدر

تیری سیرت کتنی ہے ہر دل عزیز ۔۔۔ تو رعایا میں ہے پیارا کس قدر
تجھ کو عالم مانتا ہے علم دوست ۔۔۔ جانتے ہیں ذی ہنر اہلِ ہنر
آسماں رفعت ریاست ہے تری ۔۔۔ اور تو اس آسماں کا ہے قمر
تیری پیشانی نے جب ڈالی ضیا ۔۔۔ ہو گیا نورِ سعادت جلوہ گر
کیوں رہے نصرت نہ تیری ہم رکاب ۔۔۔ تو ہے نامی فتح دین خاں کا پسر
کیوں سخاوت آپ کا شیوہ نہ ہو ۔۔۔ فاطمہ کے آپ ہیں لختِ جگر
قیصرِ ہند کا ملا جب سے خطاب ۔۔۔ آ گیا قبضہ میں سب بحر و بر
چھوٹے صاحب جو برادر خورد ہے ۔۔۔ نکلیگا وہ نیک طینت خوش سیر
کم سنی میں اس قدر رعب و جلال ۔۔۔ کانپتے پیر و جواں ہیں دیکھ کر
ہے بجا لے معین الدین خاں جی ۔۔۔ تیری مدحت ہو جہاں میں جس قدر
تو سکندر بخت خوش اقبال ہے ۔۔۔ اے سپہرِ نیک نامی کے قمر
فاطمہ رض صدیق رض کا سایہ رہے ۔۔۔ مہر خوبی کا ہو سر پر جلوہ گر
چھوٹے صاحب کا بلند ہو مرتبہ ۔۔۔ قوتِ بازو بنے وہ سر بسر

تجھ پہ فضلِ کبریا ہر دم رہے
ہے محمد کی دعا شام و سحر

دیگر

اے خداوندِ نعمتِ وافر　　صاحبِ جاہ و حشمتِ وافر
صاحبِ حشم و بلند اقبال　　ماہِ مانا بدر ستودہ خصال
ماہرِ نکتۂ جہاں بانی　　واقفِ کار و بارِ سلطانی
والئی مانا بدر معین الدین　　نور افشاں برنگِ مہرِ مبیں
اے عزیزِ من و معینِ من　　چشم افروز و دل نشینِ من
علمِ سروری بلند رہے　　جاہ اسکندری بلند رہے
آپ رعیت نواز کہلاؤ　　خلق کے کار ساز کہلاؤ
سارے عالم میں عدلت کی دہوم　　شورِ اجلال و ارفعت کی دہوم
ایک پروردۂ کرم ہوں میں　　یعنی کہ مستوجبِ رحم ہوں میں
عزیز ہوں میں ملازم بھی　　مخلص ہوں اور خادم بھی
لطف کا خواستگار رہتا ہوں　　دل سے میں جاں نثار رہتا ہوں
خیر خواہیِ حضور والا کی　　ہے طبیعت میں با خدا میری
منہ سے اپنے بتاؤں کیا جو ہوں　　ہر گھڑی آپ کا دعاگو ہوں
شادماں بھی ہوں اسیرِ رنج بھی ہوں　　شکرگزار بھی ہوں شکوہ سنج بھی ہوں
آپکا ہوں یہ ہے خوشی کی بات　　پھر فراموش دل سے ہوں ہیہات

صاف کہدوں کہ مدعا کیا ہے
لب پہ آجائے تو برا کیا ہے

جب سفر کو حضور عازم ہوں
ساتھ اقربا اور خادم ہوں

مجھکو بھی ہم سفر حضور رکھیں
قرب کا دیں شرف نہ دور رکھیں

گر حضوری کا وقار حاصل ہو
عزت و افتخار حاصل ہو

مثلِ غنچہ خموش رہتا ہوں
صبر و قرار کا مبتلا ہوں

چند باتوں کا کرنا ہے اظہار
ہے ارادہ کروں میں گوشگزار

نصف گھنٹہ کا تخلیہ جو ملے
غنچۂ مدعائے قلب کھلے

گر بگوش توجہ آپ سنیں
دل سے رنج و ملال سب ہٹیں

دل سے نابود داغِ حرماں ہوں
مشکلیں تمام میری آساں ہوں

آپ گر جو سنیں گذارشِ احقر
تو ہو تسکینِ خاطرِ مضطر

بار بار التماس ہے بیجا
اس میں میرا وقار ہے جاتا

مجکو بلوا کے عرض سن لیجئے
جلد فرمان حاضری دیجئے

یہی دل میں مرے تمنا ہے
صاف کہدوں جو کچھ کہ کہنا ہے

مجھپہ لطف و کرم جو ہو جائے
ہاتھ سرمایۂ حیات آئے

مہرِ عالی سے ہے امید قوی
ہوگی یہ عرض مستجاب میری

نامدار کنورشیخ محمد عبدالخالق صدیقی بہادر
ولیعہد ریاست مانگرول دام اقبالہ

دہر میں آپ شاد کام رہیں — عمر بھر فائز المرام رہیں
نام ہو حکمرانِ نیک نہاد — ملک خوشحال اور رہے آباد

اے خدائے جہاں بطفیلِ رسول
یہ محمد کی ہو دعا قبول

قصیدہ

قصیدہ در تہنیت جشن سالگرہ عالیجناب معلی القاب نواب زادہ شیخ عبدالخالق صدیقی ولی عہد بہادر ریاست منگرول دام اقبالہٗ

واہ کیا باغِ ریاست کا ہے دلجو منظر — لب پہ غنچہ کے تبسم ہے شگفتہ گلِ تر
بلبلیں فرطِ مسرت سے ہوئیں نغمہ سرا — قمریاں زمزمہ پیرا ہیں بطرزِ خوشتر
بال سنبل نے سنوارے ہیں اک انداز کیساتھ — ہر بنِ مو سے چلی آتی ہے بوئے عنبر
زیب و زینت میں ہیں مصروف جوانانِ چمن — حسن نکھرا ہوا اور جا رہے سہانا در بر
صحنِ گلشن میں چلی ایسی ہوائے عشرت — مست کیطرح لگے جھومنے خوش ہو کے شجر
آب و تاب آج نرالی ہے خیابانوں کی — برگ پر قطرۂ شبنم ہیں مثالِ گوہر
کیا صفائی نظر آتی ہے کہ سبحان اللہ — یہ سماں دیکھ کے ہے دیدۂ نرگس ششدر

وہ بندھے دھاک شجاعت کی تری دُنیا میں — چاہے تو لشکرِ دُشمن کو کرے زیر و زبر
سامنے تیرے اگر شیرِ نیستاں آجائے — داد دے تیری شجاعت کی زمیں پہ جھک کر
تو جو دیکھے نگہِ سخت سے اس کی جانب — رُعبِ سطوت سے یہ حالت ہو کہ کانپے تھر تھر
پا سکے گرد کو بھی اُس کی نہ برقِ گردُوں — گرم جولاں کرے شبدیز کو تو اپنے اگر
اہلِ تدبیر سمجھتے ہیں مُدبّر تجھ کو — ذی ہُنر جتنے ہیں کہتے ہیں تجھے اہلِ ہُنر
یُوں عطا کی ہے گورنر نے یہ تلوار تجھے — تا کہ تمغہ یہ شُجاعت کا رہے زیبِ کمر
تیری کیا بات کہ تو مردِ شُجاع ہے وہ دلیر — تیغ سے تیری شجاعت کے ہیں ظاہر جوہر
مردِ محتاج کو اک دم میں غنی کردے تُو — جس پہ ہو جائے تری لُطف و عنایت کی نظر

ولہ

ہیں جو نواب جہانگیر میاں کے فرزند — خُوش ادا مہر لقا لختِ جگر نُورِ نظر
جن کو زیبا ہے ولی عہد بہادر کا لقب — جو ہیں اس چرخِ ریاست کے پُر انوار قمر
نام جس گوہرِ مقصد کا ہے عبدالخالق — فضلِ خالق کا شب و رُوز ہے سایہ جس پر
آج اُس صاحبِ ذی جاہ کی ہے سالگرہ — اس لیے ساری ریاست میں خُوشی ہے گھر گھر
سعدِ اکبر ہے یہ دن۔ دل ہے نہایت مسرُور — جلوۂ مہر طرب خیز ہوا پیشِ نظر
جشن وہ جشن ہے شاہانہ میانِ منگرول — عیش وہ عیش ہے فرحت سے فرحت دِلپر

سب کے چہرہ سے ہویدا ہیں خوشی کے آثار — ہر طرف جشن مناتے ہیں بصد کرّ و فر
ساغر و مینا و ساقی ہیں سلامت جبتک — کیوں نہ رندوں میں مئے عیش کے چھلکیں ساغر
ہو گی یہ سالگرہ عقدہ کشائے مخلوق — اہلِ حاجت کے نظر آئینگے کیسے پُر زر
کیوں نہ رندانِ قدح خوار کے دلمیں ہو سرور — دستِ لالہ میں ہے صہبائے طرب کا ساغر
آج منگرول ہے آراستہ مانندِ بہشت — شادماں مجکو نظر آتے ہیں اربابِ نظر
جس کو دیکھو وُہی مسرور نظر آتا ہے — واہ کیا آج مچی دُھوم خوشی کی گھر گھر
کوئی کہتا ہے کہ ہے رحمتِ خالق کا نزول — کوئی بھی نالہ کناں ہے نہ کوئی ہے مُضطر
آہ لب پر ہے نہ فریاد کسی عاشق کے — دردِ دل دُور۔ تو کافور ہوا سُوزِ جگر
عیش ہے جلوہ کناں عیش کا دربار گرم — یاس و اندُوہ غم و رنج ہوں شہر بدر
بعد مدّت کے دکھایا ہے خُدا نے یہ دِن — جس کے مشتاق رہا کرتے تھے اربابِ نظر

مطلع دیگر

ایسا تحریر کروں مطلع روشن دیگر — جس کی ضو سے ہو خجل مطلعِ ماہِ انور
جشنِ نو روز کی اِک دُھوم سے تیاری ہے — جاں نثارانِ ریاست کی ہے قسمت یاور
ہے بجا مردم آبی بھی کریں یہ ہمّت — آئیں دربار میں اک کشتیٔ گوہر لے کر
اے ولیعہد بہادر ہے تو گردوں رُتبہ — ماہ و انجم کرے چرخ نچھاور تجھ پر

تیرے انعام سے اور داد و دہش سے تیری — جتنے نادار تھے بن گئے ہیں صاحبِ زر
عمر ہو نوح کی بھی عمر سے بڑھ کر تیری — اے شہِ حسن چمک کر ہو تو مہرِ انور

ولہ

اے ولیعہد بہادر ہے تو وہ نام آور — تیرے مدّاح ہیں اربابِ علوم اہلِ ہنر
اتنے اوصاف ہیں تجھ میں کہ ہے تو معدنِ فیض — ذات عالی ہے تری جود و سخا کا مصدر
عدل و انصاف پسند اور ستم سے بیزار — عمر راحت سے رعایا کی نہ کیوں کر ہو بسر
مات حاتم کو کیا ایسی سخاوت تیری — اس پہ طرہ کہ خردمند رعایا پرور
اصفیا کی ہے نہایت تیرے دل میں عزت — اقربا کا ہے ہمیشہ سے معین و یاور
تیری شوکت بڑھے اقبال بڑھے جاہ بڑھے — نجم سے ماہ ہو تو ماہ سے مہرِ انور
جمع دربار میں دن رات رہا کرتے ہیں — صاحبِ سیف و قلم اہلِ صفا اہلِ ہنر
ترے احباب بہی خواہ کی توقیر بڑھے — تجھ پہ ہر وقت رہے فضلِ خدائے برتر
مدعی تیرے ہوں برباد و ذلیل و رسوا — مبتلائے غم و آلام رہیں شام و سحر
ہو سزاوار تجھے جشن یہ فرخ افزا — شاد کامی کا رہے تاج تمہارے سر پر

کہہ محمد کہ ہے بیساختہ یہ مصرعِ سال
فیضِ یزداں سے ہوئی سالگرہ یہ بہتر
۲۱) ۲ ۶ ۹ ۹ ۵ ۹ (۱۹

مناجات

یا الٰہ العلمین فریاد سُن | نالہائے مُسلمِ ناشاد سُن
اہلِ ایماں ہو رہے ہیں بیقرار | کوئی مونس ہے نہ کوئی غمگسار
دشمنِ دیں مائلِ بیداد ہیں | کس قدر بیرحم ہیں جلاد ہیں
جانتے ہیں وہ ستمگر پُر دغا | خوں بہانا اہلِ ایماں کا روا
ہے ارادہ دُشمنِ ناکام کا | دہر سے مٹجائے نام اسلام کا
جُز ترے کس سے کریں فریاد ہم | اس طرح کبتک رہیں ناشاد ہم
لے خبر بہرِ محمد مصطفےٰ | حال ہے مُسلم خلافت کا بُرا
تجھسے ہیں فضل و کرم کے خواستگار | سُن ہماری خالقِ لیل و نہار
دیکھ حالت ہے بُری اسلام کی | کر مدد بہر نبی اسلام کی
لشکرِ دیں کو وہ قوت کر عطا | ان کا ہو ذکر شجاعت جابجا
اپنی قوت سے وہ کردے بند و بست | دشمنانِ دین کو ہو پوری شکست
پائے نصرت لشکرِ غازی کمال | پھر خلافت کا بڑھے جاہ و جلال
ساری فوجیں دشمنونکی ہوں تباہ | بھاگ جانے کی ملے اُن کو نہ راہ

ہو صلیب اب سرنگوں چمکے ہلال دشمنِ دیں قتل ہوں اور پائمال

بول بالا کرے پھر اسلام کا

ہے یہی دل سے محمدؐ کی دعا

مُناجات

مومنوں سے یہ التجا ہے اب وقتِ عرضِ مدعا ہے اب

ہاتھ بہرِ دُعا اُٹھاؤ تم حرفِ مطلب زباں پہ لاؤ تم

رہے فضلِ خدائے کون و مکاں مالک و خالقِ زمین و زماں

بانیٔ بزمِ محفلِ میلاد اس جہاں میں رہے ہمیشہ شاد

خیر و برکت نصیب ہو اُس کو عیش و راحت نصیب ہو اُس کو

کامیاب اور نیک نام رہے خوش رہے فائز المرام رہے

دین و دنیا میں آبرو پائے نعمتیں حسبِ آرزو پائے

بزمِ میلاد میں جو ہیں شامل مقصد اُن کے تمام ہوں حاصل

دُور ہو جائے ساری مجبوری دِل کے اُن کی مُراد ہو پُوری

جو ہوں بیمار وہ شفا پائیں مُدعا اہلِ مدعا پائیں

ہو دمِ جاں کنی نہ حالت غیر سب کی ہو جائے عاقبت بالخیر

ہو محمدؐ کی یہہ دعا مقبول
میرے مولا برائے آلِ رسولؐ

مناجات

اے خدا قائل ہوں میں دل سے تری توحید کا — عظمت و اجلال کا اکرام کا تمجید کا
نام ہے تیرا غفور اور بندۂ عاصی ہوں میں — بخشنے والا خطاؤں کا ہے تو خاطی ہوں میں
توبہ کرتا ہوں گناہوں سے میں ہو کر شرمسار — بخشدے میرے گناہوں کو تو ہے آمرزگار
دل سے میں قائل رہوں اسلام کے احکام پر — راہِ سنّت پر نبیؐ کے میں چلوں شام و سحر
یا الٰہی تیری طاعت میں بسر ہو زندگی — یاد تیری ہو غذائے روح ارماں ہے یہی
جب سفر درپیش ہو عقبیٰ کا اس آفاق سے — فکر ہو اس وقت کوئی بھی نہ کوئی غم مجھے
التجا ہے نزع کا عالم ہو طاری جس گھڑی — اے خدا بہرِ محمدؐ مشکل ہو آساں مری
مکر سے شیطان کے اسدم بچالینا مجھے — اس جہاں سے ساتھ ایماں کے اٹھالینا مجھے
فضل سے تیرے نہ اس عاصی کی حالت غیر ہو — واسطہ خیر الوریٰ کا خاتمہ بالخیر ہو
بہرِ پرسش آئیں جس دم قبر میں منکر نکیر — دیکھکر ان کو نہ گھبراؤں میں ربِّ قدیر
الحذرا اُن کے سوالوں کا میں دوں ایسا جواب — جس کو سُنکر دیکیں مجھکو نہ وہ کوئی عذاب
تیری رحمت کی ضیاء زیرِ لحد ہو آشکار — خانۂ تاریک میں روشن ہوں شمعیں صدہزار

قبر کے اندر الٰہی دم نہ گھبرائے مرا
آئے تیرے فضل سے گلزارِ جنّت کی ہوا

صبحِ محشر جب لحد سے اپنی میں یارب اُٹھوں
تیرا اسمِ پاک اور خیر الورٰی کا نام لوں

اُٹھ کے اپنی قبر سے رکھوں قدم باحتیاط
طے تری تائید سے ہو جائے راہِ پُل صراط

بخشدینا روزِ محشر مجھکو اے میرے خدا
ہے بصد عجز و ادب یہ عرض اور یہ التجا

ہے محمدؐ نام میرا تو محمدؐ کے لئے
بخشدے رحمت سے اپنی جو گنہ میں نے کئے

مناجات

حمدِ معبود کام اچھا ہے
ذکرِ حق صبح و شام اچھا ہے

نعتِ خیر الورٰی بہت اچھی
الفتِ مصطفٰے بہت اچھی

ہمدموں دل سے تم بھی پڑھو مدام
آل و اصحاب پر درود و سلام

کیوں نہ ہو اسلام سے اُلفت
حق نے بخشی ہے ہم کو یہ نعمت

پیروی دین کی کریں دایم
اُس کے احکام پر رہیں قایم

حُسنِ اخلاق کے رہیں پابند
خُوئے اشفاق سے ہو دل خرسند

یکدلی سے ملیں جُلیں باہم
مُتحد دوست سب رہیں باہم

شیوہ اپنا ہو شیوۂ خوبی
تاکہ ہاتھ آئے میوہ محبوبی

پڑھنے لکھنے میں سب رہیں مشغول — شوقِ تحصیلِ علم ہو معمول
دے یہ توفیق ایزدِ متعال — دولتِ علم سے ہوں مالامال
جوہرِ انسانیت کے دکھلا دیں — خَلق میں غمزدوں کے کام آئیں
ہو محبتوں سے خاص دل چسپی — دردمندوں سے عام ہمدردی
اپنے اُستاد کو رکھیں خوش ہم — اُن سے پیش آئیں باادب ہردم
اپنے ہمجولیوں سے شاد رہیں — کوئی بھولے نہ دل سے، یاد رہیں

دے یہ توفیق خالقِ یزداں
سب محمدؐ کا مان لیں فرماں

قطعہ تاریخ ولادت برادرزادہ ماہ پارا امین احمد ابن احمد میاں سلمہ الرحمٰن

(مادۂ تاریخ نکالنے کے بعد نام بدلکر نظیر احمد ہوا)

جو برادر میرے ہیں احمد میاں — پاک طینت نیک سیرت ذی ہنر
اُن کے دل کی آرزو پوری ہوئی — ہو رہے ہیں شادماں وہ کس قدر
اُن کو خالق نے عنایت کر دیا — نورِ چشم و راحتِ قلب و جگر

یعنی پیدا اُن کے گھر لڑکا ہوا　　خوبرو ایسا کہ ہے رشکِ قمر
نام دادا نے نظیر احمد رکھا　　ہو مبارک اُن کو یہ نورِ نظر
شاد و خرّم فضلِ خالق سے رہے　　زندگی اُس کی ہو راحت سے بسر

اے محمدؐ سالِ پیدائش لکھو
کیا امین احمد ہوا فرّخ سیَر

۱۳۳۷ ہجری

ولہ

خانۂ احمد میاں میں جلوہ گر　　کیا قمر طلعت امین احمد ہوا
کہہ محمدؐ کاٹ کر حرفِ الم　　باعثِ راحت امین احمد ہوا

عمر اِس نورِ چشم کی ہو دراز　　خوش ادا یہ فروغِ دیدہ ہو
دِل سے ہے یہ دُعا محمدؐ کی　　اے خدا یہ فروغِ دیدہ ہو

قصیدہ در تہنیت سالگرہ نوابزادہ اسلم خانجی بہادر ولیعہد ریاست

مانا ودر۔ زاد اللہ عمرہٗ

یہ جشن سالگرہ ہے سعید اسلم کا
لگا رہا تھا مرے دل میں ہر خیال گرہ

بڑے ہیں صاحب اقبال جنکا ہے فرزند
رہیگا جشن بڑھے گی ہر ایک سال گرہ

الٰہی عمر میں دولت میں وہ ترقی ہو
جو کہکشاں ہو کلاہ وہ تو ہو ہلال گرہ

جناب خضر ہوں ادریس ہوں کہ عیسیٰ ہوں
بڑھائیں عمر کے رشتہ میں سال سال گرہ

ہر ایک لب پہ یہ چرچا ہے شادمانی سے
ہوئی ہے خوب مبارک یہ نیک فال گرہ

چمک رہے دانۂ یاقوت سے سوا اسمیں
سجی ہے کیسی کلاہ میں لال لال گرہ

دعا ہے خالق اکبر سے راتدن میری
بڑھائیں جو بھی گرہ ہو وہ نیک فال گرہ

کہیں جلوس، کہیں پر ہیں جشن کے سامان
کہیں پہ بزم طرب ہے کہیں پہ سال گرہ

کوئی تو بزم طرب میں ہے دشمن ایمان
ہوئی کلاہ میں غصہ سے جسپہ لال گرہ

دلوں میں شاد کچھ بیگم و نواب ہی نہیں
یہ کر رہی ہیں عزیزوں کو بھی نہال گرہ

گلی و کوچوں میں، بازار میں ریاست میں
مچی ہے دھوم ولیعہد کی ہے سال گرہ

عوض کلاہ کے لایا ہے کہکشاں گردوں
لگا رہا ہے ہر اک نجم کی ہلال گرہ

کہیں ہیں عالم و فاضل کہیں امیر و کبیر
کہیں عزیزوں کی کرتی ہے دیکھ بھال گرہ

فلک پہ سامنے آئے نہ مہر و ماہ کبھی
ذرا سا اپنا دکھا دے اگر جمال گرہ

وہ پردے آنکھ پہ ڈالے ہیں عیش و عشرت کے
کسی پہ کھولنے دیتی نہیں ہے حال گرہ

بٹھایا دوست کو دشمن کو ایک محفل میں
یہ کر رہی ہے جہاں میں بڑا کمال گرہ

چمک رہی ہے کلاوہ میں مہر کی صورت
عقیق ہے کوئی یاقوت ہے کہ لال گرہ

خوشی کا دن ہے خزانوں کو کھول رکھا ہے
ہر اک غریب کا بھر کاسۂ سفال گرہ

ہزار حسرت و ارماں کو لے کے آیا ہے
کسی کے کہنے کو ہر گز بھی تو نہ ٹال گرہ

لگائی بدر نے ہے کہکشاں کے دھاگے میں
کھلیگی بڑھ کے ذرا ناخنِ ہلال گرہ

بقولِ داغ محمد کی بھی دعا ہے یہ
کھلے نصیبوں کی یا رب ذو الجلال گرہ

قصیدہ تقریب شادی خانہ آبادی نور چشم راحت جان کنور صاحب

شیخ محمد ناصر الدین صدیقی بہادر سلمہ اللہ تعالی درجاتہ

جو دیکھا باغ میں سامان عیش و عشرت کا
حواس بگڑا ہوا ہے طلسم فطرت کا

ہر ایک جگہ پہ دبستاں کھلے ہیں گلشن میں
سبق ہر ایک کو ملنے لگا مسرت کا

طلسم عالم امکاں میں وہ مسرت ہے
ہر ایک آئینہ پہنے ہے جامہ حیرت کا

زمیں سے غنچہ ہر ایک زر بکف نکلتا ہے
دفینہ کھل گیا گلشن میں کس کی دولت کا

ترانہ بلبل نغمہ سرا نے وہ گایا
کہ حسن کے رنگ بدلنے لگا طبیعت کا

زباں کو بخش دے تاثیر اس قدر یارب
کہ حرف حرف مرا کام دے کرامت کا

صدائے صور سرافیل مسرت کی
کہ چاک چاک گریباں ہے صبح عشرت کا

بہار عارض نوشہ کو باغ کیا جانے
کھلا نہ پھول گلستاں میں ایسی رنگت کا

ہے نام اُن کا یہ ناصر میاں کنور صاحب
جواں نہیں ہے زمانہ میں اس وجاہت کا

رئیس دادا ہیں منگرول کی حکومت کے
پدر ہے فضل خدا سے کنور ریاست کا

نہیں ہے فرق ولی عہد یا کنور کہیئے
یہ سب کرشمہ ہے اُن کی علوئے شوکت کا

جگہ جگہ پہ یہ شہرت ہے ملکوں ملکوں میں
نہیں ہے نظم یہ اعلےٰ کسی ریاست کا

چچا ہیں نوشہ کے، ماموں دلہن کے بدالدین
انہی کو لطف ہے دوچند اس مسرت کا

دعائیں فاطمہ بیگم کی مستجاب ہوئیں
زہے نصیب کہ درجہ ملا اجابت کا

انہی کی ذات پہ موقوف پرورش سب کی
دراز رہتا ہے دست کرم حمایت کا

انہی کی ذات سے تشنہ لبوں کی سیرابی
انہی کے فیض سے چشمہ رواں سخاوت کا

لکھوں صفات تو لکھنے کو چاہیئے دفتر　　نہیں ہے آج یہ موقعہ محل صراحت کا
الٰہی شاد ہوں دُولہا دُلہن قیامت تک　　ہمیشہ رشتہ ہو مضبوط ان میں الفت کا
ہر ایک پارہ ہے دل کا ہر ایک نورِ چشم　　ہر ایک پھول ہے گلدستۂ امانت کا

محمدؐ حال نہ پوچھو عروسِ فکر کا تم
لباس گوہرِ مضموں پہ ہے بلاغت کا

ریاست مانادر　　　　۲۵۔ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء

پیشکش کردہ

ناچیز شیخ محمد میاں امین الدین میاں صدیقی۔ مانگرول۔ بھایات

نامدار نوابخان سری غلام‌معن‌الدين خان جی بهادر بابی
والي رياست مانابدر دام‌ملکه

قصیدہ در مدح آقا۔ ولی نعمت خانِ خاناں نواب غلام معین الدین خانجی بابی بہادر والی ریاست مانا بدر دام ملکہ۔ و کنور محمد اسلم خانجی بہادر زاد اللہ عمرہٗ

صبح بہاراں

شکر صد شکر ہوئی جلوہ فگن صبح چمن
چھا گئی رحمتِ حق بن کے بہارِ گلشن

خالقِ صبح بہاراں تری قدرت کے نثار
موسم گل نے کیا بن کو بھی رشکِ گلشن

ایک ایک دشت ہے گلزارِ ارم سے بڑھکر
ایک ایک کوہ ہے صد عشرتِ طور وایمن

لعل دیاقوت کی ٹکر کا ہوا وہ ذرہ
خوش نصیبی سے پڑی جسپہ بھی سورج کی کرن

آب میں گوہرِ نایاب ہے قطرہ قطرہ
اور وسعت میں ہر اک قطرہ ہے اک بحرِ عدن

جس کی اک دید پہ قربان ہوں لاکھوں جانیں
اس نے ہر گل کو کیا رشکِ بہارِ گلشن

آج کی صبح بہاراں میں ہے وہ موجِ نسیم
جس کی فرحت سے مٹی ہر دلِ محزوں کی جلن

اس نے نگہت کو عطا کر دیا مستی کا جہاں
اس نے ہر گل کو کیا رشکِ بہارِ گلشن

اس کا ادنیٰ سا یہ اعجاز ہے اللہ اللہ
کہ ہوئے دشت وجبل عیش وخوشی کا مخزن

کوہ اور دشت پہ جب ایسی بہاریں آئیں
تو بیاں کس سے ہو تعریفِ بہارِ گلشن

آیئے آج تو جی بھر کے کریں باغ کی سیر
آیئے آج بنائیں دلِ وحشی کو مگن

باغ میں آتے ہی کھل جائے نہ کیوں دل کی کلی
غنچہ غنچہ کے لبوں پر ہیں تبسم کے چمن

لالہ و نرگس و سنبل پہ نرالی ہے بہار
موتیا، جوئی، چنبیلی کا انوکھا جوبن

ہے دماغ عرش پہ گلزار کی شہزادی کا
اور مسرت سے ہیں مخمور جوانانِ چمن

تالیاں برگ بجاتے ہیں خوشی سے ملکر
رقص کرتے ہیں گلے مل کے طیورانِ چمن

آج ساقی مئے گلرنگ دیئے جاتا ہے
جس کے ہر قطرہ میں صد مستی و طور وایمن

بادۂ کیف سے ہے ہر ساغرِ گل میں لبریز
اور بلبل کے لبوں پر ہیں یہ نغماتِ چمن

نغمۂ عندلیب

اللہ اللہ یہ اعجازِ بہارِ گلشن
جس نے دل کر دیئے مسرور و آنکھیں روشن

میں خداوندِ بہاراں کی عنایت کے نثار
کہ عطا کی مجھے اللہ نے وہ تابِ سخن

کہ مرے گیت کے ہر لفظ میں وہ جادو ہے
سامری جس پہ فدا کرتا ہے ہر سحر کا فن

جھوم جاتے ہیں مرے گیت سے سب دشت و جبل
جوش میں آتے ہیں نغموں سے مرے گنگ و جمن

مگر اللہ اُسے شاد رکھے گل کی طرح
جس کے صدقہ میں ملی ہے یہ بہارِ گلشن

تا ابد اُس کی مسرت کو ترقی ہو نصیب
جس کے صدقہ میں خدا نے کئے بن بھی گلشن

سُن کے یہ بات محمد کی زباں سے نکلا ‏ — ‏ محرمِ راز بنا مجھکو بھی اے غنچہ دہن
وقت سے پہلے بہار آگئی گلزار میں کیوں ‏ — ‏ کیوں خزاں بھول گئی اپنی عداوت کا چلن
ذرّہ ذرّہ پہ ہے کیوں طُور کے عالم کا گماں ‏ — ‏ قطرہ قطرہ میں نظر آتی ہے کیوں نہرِ لبن
پتّہ پتّہ پہ تصدّق ہے تجلّی کی بہار ‏ — ‏ بُوٹے بُوٹے سے عیاں اوجِ گلستانِ سخن
ہاں بتا دے مجھے اِس فرطِ خوشی کے اسرار ‏ — ‏ رازِ سربستہ کی مانند نہ رکھ بند دہن
سُن کے یہ بلبلِ خوش کام نے مجھکو دیکھا ‏ — ‏ اور بولی کہ ابھی سیکھ ذرا طرزِ سخن
کہہ کے یہ بات وہ پھر محو ہوئی نغموں میں ‏ — ‏ جس کے گیتوں سے لگے جھومنے طور دامن
یک بیک ہاتفِ غیبی نے پکارا مجھکو ‏ — ‏ کہ اِدھر آ ارے ناواقفِ دستور و چلن
مدح میں جن کی ترا کِلک ہوا ہے مسجود ‏ — ‏ اُن کے صدقہ میں میسّر ہے بہارِ گلشن
سُن کے ہاتف سے یہ بیساختہ منہ سے نکلا ‏ — ‏ اے فدا ہو ترے قدموں پہ مرا تن من دھن
مدح دربار میں پڑھتا ہوں میں ایسا مطلع ‏ — ‏ جس کے انوار سے شرمندہ ہو صبحِ روشن

مطلع

اے ترا فیض کہ ذرّہ کو بنا دے ایمن ‏ — ‏ اے ترا فضل کہ مٹّی کو بنا دے کُندن
اے کرم کیش وفا دوست معین الدّیں خاں ‏ — ‏ اے ترے جلوہ میں صد شوکتِ سلطانِ زمن

اے کہ تجھسے ہی معزز ہوا بابی کا خطاب — اے کہ توفیض و عطا لطف و کرم کا مخزن
اے ترا حلم کہ دشمن کو بھی کرتا ہے نہال — وہ تحمل کہ بدل دیتا ہے دُشمن کا چلن
اے ترا جلوہ کہ مہ نے کیئے تارے صدقے — اے تری دید کہ ہے چاند کو بھی جس کی لگن
تیری شوکت سے ہے بہرام فلک لرزیدہ — تیری جرأت کہ جور ُستم پہ بھی ہے خندہ زن
بات ادنیٰ سی ہے تیرے لیئے شیروں کا شکار — متزلزل تری ہیبت سے ہے ہر دشت اور بن
تیری بو گیر میں پا کر نہ رہے شیر ببر — تو بڑا مرد دلاور ہے جواں شیر افگن
ہاں تو ہے نام خدا بیشۂ اسلام کا شیر — کیوں فدا تجھپہ نہ ہو شان و شجاعت کا فن
سب ترے خُلق اور ایثار کے گرویدہ ہیں — دین کا تو ہے مُعین اور ہے آقائے وطن
عہد میں تیرے نہیں جبر و تشدد کا نشان — مہربانی سے تری موم ہے قلب دُشمن
مثل مہتاب پھرا کرتا ہے جو بمبئی میں — تیری رفتار سے ہر قریہ کی منزل روشن
جب سے ہاتھوں میں سنبھالی ہے حکومت کی عناں — روز افزوں ہے ترقی پہ ریاست کا چمن
مسکراہٹ پہ تری لاکھ عدو ہیں قرباں — دوست بن جاتا ہے دُشمن بھی ترا خندہ دہن
یہ اطاعت و سعادت ہو مبارک تجھکو — کبھی خالی نہیں جاتا تری مادر کا سخن
شوق ہاکی میں بہت خوب بنایا تھا ٹیم — تھے چلے ارز۔ کہ بڑی فوج تھی اک قلعہ شکن
ہند کو جیت کے اکبار گئی نیوزی لینڈ — تار جاتے تھے فتح یابی کے تا بہ لندن
ٹیم وہ ٹیم کہ اک دھاک تھی ہر سو جس کی — آرزو اس کی کیا کرتے تھے اہل جرمن

مطلع ثانی

وہ ترا نورِ نظر ہاں وہ محمد اسلم — جس کے دم سے ہیں سلامت یہ گلستاں کے چمن
جھولتا ہے جو ابھی عیش کے گہوارے میں — چاند چھپ چھپ کے فدا کرتا ہے جس پر تن من
اُس کے اقبال کے سورج کی یہ پہلی کرنیں — وہ ہیں جن پر ہے فدا صبحِ تجلّی کی پھبن
اُس کی پیشانی کی تابانی کو حاصل ہو وہ اوج — جس پہ قربان ہے تاروں کی محبّت کا چلن
اُس کے چہرہ سے ہویدا ہے وہ اقبال و جلال — کہ بنی فرشِ زمیں مہر کی ایک ایک کرن
رخِ روشن پہ ہوئی جنتِ عفّت قرباں — پائے نازک پہ فدا حُسنِ مسیحا کا چلن
آپ دونوں پہ رہے فضلِ خداوند بہار — آپ دونوں رہیں عالم میں سدا شاد و مگن
آپ دونوں پہ تصدّق ہو مسرّت کا شباب — آپ دونوں پہ فدا حُسن و محبت کی پھبن
آپ دونوں رہیں دل شاد مثالِ گُلِ تر — اور فدا کرتی رہے حُسن بہارِ گلشن
یہ وفادارِ محمّد ہے کرم کا طالب — اِس کو جاگیر کی حاجت ہے نہ دولت کی لگن
آرزو ہے کہ رہیں مہر کی نظریں ہر دم — تاکہ دل شاد ہمیشہ رہے یہ سوختہ تن

آپ کے پاؤں تلے ہو یہ سپہرِ عظمت
اور مرے سر پہ رہے لطف و کرم کا دامن

پیش کردہ: شیخ محمد میاں امین الدین میاں صدیقی۔ مانگرول - بھایات

تاریخ وفات حضرت اُستاذی منشی حاجی سیّد تجمّل حسین تجمّلؔ

جلال پوری نور اللہ مرقدہٗ

وہ شاعرِ اَدیب تجمّل حسین تھے
شُہرہ کمال کا تھا زمانہ میں جابجا

حادی تھے اچھی طرح وہ رنگِ مجاز پر
تاریخ گوئی میں اُنہیں حاصل کمال تھا

اشعار کہتے تھے وہ تصوف میں بہترین
مخصوص حمد و نعت میں تھا رنگ آپ کا

وہ آلِ مرتضیٰؓ تھے وہ اولادِ فاطمہؓ
وہ واصفِ خدا تھے وہ مدّاحِ مصطفیٰ

دل میں ہر ایک شخص کے عزت تھی آپ کی
مردِ بزرگ کون اُنہیں مانتا نہ تھا

دُنیا کے سارے جھگڑے بکھیڑوں کو چھوڑ کر
رَجَب کی چودھویں کو ہوئے واصلِ خدا

تاریخ کی ہے فکر محمّد تو کر رقم
آہ انتقالِ شاعرِ عالی حسَب ہوا

۵۲   ۱۳ ہجری

۷۸۶

قطعہ تاریخ از طبع فکر حضرت قبلہ سیّد الطاف محمود صاحب صابر بی اے مدظلہ العالی

چھپا ہے محمدؐ کا اِمسال دیواں
بیاں کیا ہوں اشعار کی خوبیاں

ہر اک شعر تازہ ہے مثلِ گُلِ تر
ہر اک ورق دیواں کا تختِ گلستاں

زباں صاف شُستہ مضامین دلکش
فصاحت بلاغت کا چشمہ رواں

ہر اک لفظ تفسیر ہے ہجر کی
ہر اک شعر ہے عشق کی داستاں

عُدو کی شکایت کا کھولا ہے دفتر
کبھی یہ تلوّن کہ اُس پہ بھی قرباں

کبھی خود کو رُسوا کیا کُو بکُو
چھپایا کبھی عشق کا رازِ نہاں

کبھی رندِ مَیکش بتوں کی تمنّا
کبھی زُہد و تقویٰ و کعبہ کا ارماں

کبھی مرگِ دشمن پہ ماتم بپا ہے
کبھی زندگانی سے اپنی بھی نالاں

کبھی خط نہ لانے پہ دیں گالیاں
کبھی مانا جاتا ہے قاصد کا احساں

ہر اک معاملہ کو نبھایا ہے پورا
منہ شاعری سے اُٹھائیں سخنداں

مناجات حمد و ثنا و دعا
بجا ہے کہیں گر سخن کا گلستاں

طباعت کا صابر لکھو سالِ ہجری
مہکتا لہکتا ہوا باغ شاداں

۱۳۵۹ ہجری